إرشاد الاخوان إلى بيعة مهدي آخر الزمان

عالمی منظر نامے پر

بیعتِ مہدی کے بنیادی خدوخال

اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ظہورِ مہدی سے پہلے مسلمانوں کی اجتماعی صورتِ حال اور عصرِ حاضر کے تناظر میں اس کا تطبیقی مطالعہ، احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیعتِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کی ذمہ داریاں اور عصر حاضر کے تناظر میں اس کا تطبیقی مطالعہ، بیعتِ مہدی سے پہلے دنیا بھر کے مسلمانوں کی کسمپرسی اور موجودہ حالات میں اس کا مقارنہ، امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کا امام مہدی کی پہچان اور عصری تناظر میں اس کا تقابلی جائزہ، بیعت مہدی سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں مسلمانوں کی بیعت اور ان علمائے کرام کی صفات، وغیرہ دیگر موضوعات کا حالاتِ حاضرہ کا بیان اس کتاب کے چیدہ چیدہ مضامین میں سے ہیں

تصنیف: مفتی ثناءاللہ

دارالافتاء دارالعلوم الرحمانیہ، مردان

ناشر: مکتبہ دارالعلوم الرحمانیہ، مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب:۔۔عالمی منظر نامے پر بیعتِ مہدی کے بنیادی خدوخال اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

مصنف:۔۔۔۔۔۔۔ مفتی ثناءاللہ، دارالافتاءدرالعلوم الرحمانیہ، مردان

صفحات:۔۔۔۔۔۔۔۱۵۲

اشاعت:۔۔۔۔۔۔۔۱۴۴۰ربیع الثانی/۲۰۱۹جنوری

ناشر:۔۔۔۔۔۔۔۔۔دارالافتاءدارالعلوم الرحمانیہ، مردان

ملنے کا پتہ: دارالافتاءدارالعلوم الرحمانیہ جامع مسجد فردوس خان ہوتی مردان03133736809

مکتبہ ابن عباس تخت بھائی، مردان03369559130۔03449559130

مکتبہ عزیزیہ، بنوری ٹاون کراچی:03002343814

جامعہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

مکتبہ محمد، امیر اکبر مارکیٹ، کاٹلنگ، مردان۔03149955402

مولانا ذاکر صاحب کاٹلنگ:03445142080

مکتبہ نعیمیہ، ہوتی مردان،03025717378

مکتبہ الامام الذہبی، چاٹو چوک مردان۔

مکتبہ صدیقیہ، نزد تبلیغی مرکز مردان۔

مکتبہ محمودیہ، صوابی۔ مولانا عامر صاحب03129430416:

مکتبہ محمدیہ، ٹوپی صوابی، جناب عتیق صاحب:03448521836-03219898494

مفتی عادل رضا لوند خوڑ:03009326101

مولانا ظہور صاحب مردان:03131991422

جامعہ انوار العلوم مہران ٹاون کورنگی، کراچی:03322557675

جامعہ امداد العلوم، درویش مسجد پشاور:03349146268

مولانا ناصر الدین پشاور03109491123

فہرست مضامین

علمائے کرام کے نام ایک اہم پیغام: 1
مقدمہ 9
عصر حاضر میں مجدد کی ضرورت اور امام مہدی کی بیعت : 14
مجدد کی ضرورت اور امام مہدی کا کردار: 16
موجودہ حالات اور ظہورِ مہدی: 19
امام مہدی بطور مجدد، موجودہ حالات کی خرابی اور دورِ نبوی سے مشابہت: 22
حق و باطل کی تمیز میں امام مہدی کی حضرت طالوت سے مشابہت: 24
امام مہدی اور سیدنا علی حیدر کرم اللہ وجہہ میں مشابہت: 26
فصل دوم: امام مہدی کی پہچان اور سیرت نبویہ ﷺ کی روشنی میں 31
ظہورِ مہدی سے پہلے علاماتِ شخصیہ، مکانیہ، زمانیہ، کونیہ کی اہمیت وضرورت قرآن وسنت کی روشنی: 32
علاماتِ قیامت اور ظہورِ مہدی سے متعلق حضراتِ اکابر کی توجہ اور ہماری غفلت: 33
فصل سوم: علامات کی حقیقت اور ظہورِ مہدی سے پہلے بیعت کے لیے تیاری 42
مخصوص احوال کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا عمل: 44
فصل چہارم: علامات کی عقلی اور شرعی تناظر میں اہمیت اور ہماری تیاری 49
ظہورِ مہدی سے پہلے حالات کی تیاری اور اسباب کی فراہمی کا عقلی اور شرعی تناظر میں مطالعہ: 51
فصل پنجم: امت مسلمہ کے حکومت کا انداز نبی کریم ﷺ کی زبانی: 60
احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں عصرِ حاضر کی علامات: 62
باب دوم: ظہورِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں عوام کی بیعت 66
فصل اول: ظہورِ مہدی اور ضعیف روایات سے استدلال نہ کرنے کے نقصانات کا جائزہ: 67
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیعت والی حدیث مبارک کا حکم: 68
فصل دوم: امام مہدی کی بیعت میں علامات کی اہمیت سیرت نبویہ کے تناظر میں 70
فصل سوم: ظہورِ مہدی کے وقت حجاز میں سیاسی کشمکش اور حکومتی رسہ کشی کے تناؤ کا منظر نامہ 77
احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بیعتِ مہدی کے وقت حجاز کے حالات: 77
موجودہ دور میں سعودی عرب کی اہمیت اور بیعتِ مہدی سے پہلے اس کا کردار: 79
بیعتِ مہدی کے وقت حالات کی کشیدگی: 79
بیعت کے لیے آتے وقت امام مہدی کا حلیہ: 80

امام مہدی پر دہشت گردی کے الزامات اور بیعت: 81
فصل چہارم: ظہورِ مہدی سے پہلے اور بعد میں بیعت احادیث مبارکہ 82
ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کی نصرت کے لیے علمائے کرام کا بیعت لینا اور اس کی اہمیت 87
کیا امام مہدی کا تعلق ہمیشہ کے لیے خراسان کے سیاہ جھنڈوں والے لشکر سے ہوگا؟ 89
حدیثِ مبارک سے مستنبط امور کی وضاحت: 92
باب سوم: ظہورِ مہدی سے پہلے اسلامی ممالک کو اقتصادی اور عسکری بحرانوں کا سامنا کرنا......................95
فصل اول: ظہورِ مہدی سے پہلے اقتصادی مشکلات اور معاشی بحرانوں کا سامنا...................................96
سیاسی طور پر طویل عرصہ تک مختلف اطرافِ عالم میں اسلامی ممالک کا رفتہ رفتہ کساد بازاری اور بدامنی کا شکار ہو جانا: 99
عصرِ حاضر میں عراق اور شام کی صورتِ حال حدیث مبارک کے تناظر میں: 100
ملکی اور بین الاقوامی طور پر مسلمانوں کو بھوک و افلاس اور جنگ و جدال میں دھکیل دینا: 102
جنگ کی چنگاریوں کا آہستہ آہستہ دیگر عجمی اور عربی ممالک سے جزیرۃ العرب کی طرف پہنچ جانا: 104
عالم اسلام اور مسلمانوں کے حالات کی خرابی کے وقت علمائے کرام کی ظہورِ مہدی سے پہلے کی ذمہ داریاں: 105
ظہورِ مہدی کی تلاش میں نکلنے والے علمائے کرام کے اوصاف: 108
ظہورِ مہدی کی تلاش میں اسباب کا دائرہ اختیار: 109
امام مہدی کی شخصیت اور بیعت سے پہلے تعارف: 110
ظہورِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کا جمع ہونے سے متعلق ایک شبہ اور اس کا ازالہ: 114
فصل دوم: امام مہدی کے بیعت سے پہلے علمائے کرام کا لوگوں کو مہدی کے بیعت کے لیے تلقین اور تیاری 119
کیا مقام ابراہیم اور رکن یمانی کے درمیان بیعت سے پہلے امام مہدی اپنے آپ کو پہچانیں گے یا نہیں؟ 122
کیا بیعت سے پہلے لوگ امام مہدی کو پہچانیں گے یا نہیں؟ 122
"آسمانی آوازوں" کا عصرِ حاضر کے تناظر میں جائزہ: 123
فصل سوم: امام مہدی کے متعدد ناموں سے متعلق ایک ضروری وضاحت 128
فصل چہارم: امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کا بیعت 131
سیاہ جھنڈے اور بیعت کا واجب ہونا 139
فصل پنجم: امام مہدی کے پاس ۳۱۳ انصار اور سات علماء کرام کا پہنچ جانا...142
بیعت مہدی سے پہلے اور بعد میں روپوشی: 143
رکن اور مقام کے درمیان امام مہدی کی بیعت: 147

علمائے کرام کے نام ایک اہم پیغام:

صرف اللہ تعالیٰ کے مطیعین پر صفحۂ ہستی کا تنگ ہونا اور اللہ کے باغیوں پر ناز ونعمت، دین داروں کا حکمرانوں سے زبانی برتاؤ اور دل ودماغ میں ان سے نفرت کو نبی کریم ﷺ نے ظہورِ مہدی کی اہم نشانی قرار دی، جس سے پہلے جابر وظالم بادشاہوں کے تخت وتاج تاراج ہوکر شکست وریخت کا شکار ہو جائیں گے، [صفۃ المہدی، ابونعیم الاصفہانی، رقم:۲۸] چونکہ دین کی پہلی کڑی ٹوٹنے میں خلافِ شریعت فیصلے تھے [رواہ احمد، رقم:۲۱۱۳۹] اور اس ٹوٹی ہوئی کڑی کی اصلاح امام مہدی کریں گے۔

مگر تطبیقی انداز نہ ہونے کے جن مراحل سے آج امت مسلمہ گزر رہی ہے، وہاں سند ومتن کے اعتبار سے مضبوط احادیث کی طرف بھی توجہ نہیں دی جاتی، جس میں دورِ اول نبوت، خلافت راشدہ، ادوار سلاطین اور خاتمۂ خلافت کے بعد دوبارہ خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے قیام کی احادیث موجود ہیں، جب کہ اس دور سے نکلنے کے مراحل کے بارے میں عیسائی طاقتوں کا مسلمانوں کے ساتھ ملکر روس کو شکست، پھر ایران کو شکست، اس کے بعد عراق پر معاشی پابندی، صدام کی پھانسی، شام کے جنگوں کا آغاز، عرب ممالک کے دگرگوں حالات اور دنیا بھر میں مسلمانوں پر ظلم وستم، جزیرۃ العرب میں شاہی خاندان کے درمیان بادشاہت پر رسہ کشی اور اس کے علاوہ دیگر کئی دلائل وقرائن امام مہدی کے بیعت سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا دور معلوم ہوتا ہے۔ ان حالات میں از سرِ نو غلبۂ دین کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے قیامِ خلافتِ راشدہ اور ظہورِ مہدی کے دور کا قرب نظر آتا ہے،

جس میں عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ عدل وانصاف، جود وسخا اور مال ومتاع کی کثرت ہوگی۔

عالمی فرمانروا ذوالقرنین نے یاجوج وماجوج کے خلاف کئی بار اسباب کو بروئے کار لایا جیسا کہ قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہے اور پھر وہاں کے عوام سے اسباب کی مدد مانگی،[فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا]جب عالمی بادشاہ ذوالقرنین کی بادشاہت میں ایک دشمن یعنی یاجوج وماجوج کے خلاف اسباب کی ضرورت قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے تو عالمی بادشاہت کے از سرِ نو قیام کے لیے کتنی زیادہ اسباب کے استعمال کی ضرورت ہوگی۔

تاہم ظہورِ مہدی اور اس کی بیعت پر احادیث کی وجہ سے اکثر علمائے کرام یقین تو رکھتے ہیں، مگر ہمیں ایک ایسے مہدی کا انتظار ہے، جس کی بیعت کے لیے اللہ تعالیٰ بعض علمائے کرام کے دل میں ڈال دیں گے تو امام مہدی کو لاکھوں حاجیوں کے درمیان پہچان کر اس کی بیعت کریں گے، کسی قسم کی سابقہ تیاری کے بغیر پوری دنیا پر غلبہ پائیں گے اور سات سال تک پوری دنیا پر خلافت قائم ہوگی۔ قرآن وحدیث اور سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اولوالعزم انبیائے کرام علیہم السلام اور دورِ نبوی اور خلفائے راشدہ میں نصرتِ دین کا کام اور اس کی تائید کئی کٹھن مراحل سے گزری، تو یہاں کیسے خلافت اچانک قائم ہوگی، جب کہ خلافت راشدہ کا قیام کسی کشف یا کسی ولی وبزرگ کی دعاؤں سے نہیں بلکہ باقاعدہ عمل سے وجود میں آیا، تو خلافت مہدی بھی اسی طرح عمل کے نتیجے میں قائم ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ خلافت کا قیام بغیر مہدی اور مہدی کا وجود بغیر انصار کے مشکل

ہے، کیونکہ مہدی بغیر انصار کے اتنی سپر طاقتوں سے کیسے جنگ جیتے گا؟

تاریخ سے ثابت ہے کہ بیعت کی خواہش رکھنے والے لاکھوں مگر بیعت کرنے والے سینکڑوں ہوا کرتے ہیں، جب کہ میدان میں یہ تعداد مزید گھٹ جاتی ہے جیسا کہ لشکرِ حسینی میں بیعت کنندگان اٹھارہ ۱۸ ہزار تھے، لیکن ثابت قدم رہنے والے صرف ستر ۷۰ تھے [البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ۱۶۳/۸] جب کہ امام مہدی کے بیعت کرنے والوں کی تعداد ۳۱۳ ہو گی، تو اس عدد کے لیے کتنوں کی ضرورت ہو گی؟

اسی طرح امام زید بن علی بن زین العابدین بن الحسین رضی اللہ عنہ کو جب ہشام بن عبدالملک نے خروج پر مجبور کیا، تو قسم کھا کر مسجد میں اپنے آپ کو رسیوں سے باندھنے والے بیعت کنندگان کی تعداد چودہ ۱۴ ہزار تھی، مگر ثابت قدم رہنے والے محض چودہ ۱۴ عدد افراد تھے [البدء والتاریخ للمقدسی، ۳۴۲/۱] وحی کے زمانے سے دوری کی بناءپر اس دور میں ایمانی ضعف اور بزدلی اور زیادہ آئی ہے، لیکن قطع نظر اس کے ۳۱۳ کی تعداد پوری کرنے کے لیے پھر بھی تین ۳ لاکھ افراد کی ضرورت ہے۔

جب کہ امام سدیؒ کے بقول اصحابِ جالوت کی تعداد اسی ۸۰ ہزار تھی، مگر مسلسل آزمائشوں اور امتحانات کے بعد ان کی تعداد ۳۱۳ رہ گئی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کی مثال اونٹ کی طرح ہے اور اونٹوں میں بہت کم ہی سواری دینے کے قابل ہوتے ہیں۔ [رواہ البخاری]

مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں ۳۱۳ کی تعداد کے لیے دنیا بھر کے علمائے کرام دن رات کوشش کرتے رہیں، تو مشکل سے ہر عالم کے پاس یہ عدد پوری ہو گی، جب کہ امام مہدی کے پاس جانے کے لیے حدیث میں ان علمائے کرام کے ہاتھ ۳۱۳ لوگوں کی

بیعت کا تذکرہ ملتا ہے۔

آیئے ! دین کے دیگر شعبوں کی طرح "فقہ المہدویات" کو بھی دل میں جگہ دیں، اپنی ترجیحات میں مسجد و مدرسہ اور دین کے اور اہم شعبوں کے ساتھ اس شعبے کو بھی دل کے شوق، ایمان کے جذبے اور یقین کی قوت کے ساتھ پڑھیں اور پڑھائیں، تاکہ قیامِ خلافت میں ہمارا بھرپور حصہ ہو اور آلِ بیت میں سے امام مہدی کی حکومت کے قیام کی کوششوں کی وجہ سے رسول ﷺ کے ہاتھوں حوضِ کوثر میں جام نصیب ہو اور اگر قسمت ہو، تو اس عظیم قافلے کی صحبت بھی ملیں۔

لیکن اس خواہش کی تکمیل کے لیے راتوں کی ریاضت، دن میں مہدویات کی دعوت، دل کی تڑپ، قلب کی سوزش، سینہ کا غم، امت کا درد، اجتماعیت اور معاشرے کے نشیب و فراز کی رعایت، اکابر کی سرپرستی، اجماعِ امت کا لحاظ اور نصوص کی تطبیقی سوچ، تمام موجودہ دینی محنتوں کے درمیان اتفاق اور یگانگت کا فکر، خشوع و خضوع کا دوام، حب جاہ اور حبِ مال سے احتراز، نبوی اخلاق اور کفار و منافقین سے بیزاری، علمائے حقہ کی صحبت اور ذکر و اوراد کی پابندی ہی اس قافلۂ حق کے بنیادی کوائف ہیں، جس کے لیے تقویٰ اور معاصی سے دوری اہم بنیادی جزء کی حیثیت رکھتی ہے۔

مقدمہ

علاماتِ قیامت اور ظہورِ مہدی سے متعلق مباحث کے مطالعے سے پہلے اس بات کا بخوبی جاننا ضروری ہے کہ فتن اور اشراط الساعۃ سے متعلق امور کا تعلق مغیبات سے ہے، اس لیے ان احادیث پر یقین لازمی ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دی گئی تطبیقات بھی یقینی اور قطعی ہوں۔

علاماتِ قیامت اور ان احادیث میں اکثر بیان شدہ امور کا تعلق تکوینیات سے ہے، جن پر ابھی سے عمل نہ واجب ہے اور نہ ہی ان کا ترک حرام ہے، بلکہ امت کی خیر خواہی اور پیش آمدہ واقعات میں مسلمانوں کی بہتری کے لیے ان علامات کو بیان کر کے قیامت کی تیاری اور وقوع پذیر فتنوں کو دیکھتے ہوئے آخرت کی طرف توجہ اہم حکم ہے۔

ان احادیث میں بیان شدہ امور جب تک تشریعی احکام کے موافق واقع نہ ہوں، اس وقت تک علاماتِ قیامت اور ظہورِ مہدی سے متعلق روایات میں بیان کی گئی امور پر بظاہر عمل درست نہیں۔

ظہورِ مہدی سے پہلے علامات کی روشنی میں علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ احادیث کے تناظر میں نشانیاں بیان کریں، مگر اس کا بیان محض توقعات اور نیک فالی کی غرض سے ہو، جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں سے "موت کا خوف" اور "دنیا کی محبت" ختم کرنا ہے، لیکن اس کے بارے میں تطبیق پر یقین اور قطعیت، یا غالب گمان رکھنا غلو، افراط اور حد سے تجاوز ہے، جو کئی سارے مفاسد کا دروازہ کھولتا ہے۔

علامات قیامت کی وجہ سے دینی اور دنیاوی کاموں کو برقرار رکھتے ہوئے یہ گمان کرنا کہ ویسے بھی امام مہدی کے آنے کا انتظار ہے وہ آکر سب کچھ ٹھیک کرے گا، لہذا مجھے ہاتھوں پے ہاتھ دھرے امام مہدی کے زمانے میں پیدا ہونے کے ناطے انتظار کرنا

چاہیے۔ احادیث مبارکہ کو پڑھنے کے بعد یہ طرزِ عمل اپنانا نہ صرف خلافِ شرع، بلکہ کئی دینی اور دنیاوی نقصانات کا پیش خیمہ ہے۔

علاماتِ قیامت سے متعلقہ احادیث کی تطبیق اور ظہورِ مہدی سے پہلے کے واقعات اور متعلقہ احوال کے بارے میں کئی مرتبہ تاریخِ اسلامی میں نیک نیتی، حسنِ ظن، فکرِامت اور جذبۂ خیر خواہی کی بناء پر کئی تحریکیں وجود میں آئیں، مگر تشریعی امور کے مقابلے میں تکوینی امور، خوابوں، کشف وکشوف اور پیشن گوئیوں پر بنیاد ہونے کی وجہ سے ان جیسے تحریکات سے بہتری کے بجائے مزید فتنے رونما ہوئے۔ لہذا شرعی قیود اور تکوینی امور کی روشنی میں قواعد وضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے علاماتِ قیامت اور ظہورِ مہدی کی محنت نہ صرف افضل، بلکہ وقت کا تقاضہ بھی ہے۔

تاہم ان گذارشات سے یہ معلوم ہوا کہ آئندہ آنے والے تطبیقات کی روشنی میں یہ بات مزید مؤکد بن جاتی ہے کہ فتنوں کے دوران شرع شریف کی پابندی اور زیادہ لازمی اور اس کے ثواب میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ علاماتِ قیامت اور ظہورِ مہدی سے متعلق احادیث مبارکہ کو عمل کی نیت کے بغیر محض مزے لینے کے لیے پڑھنا اور تیاری نہ کرتے ہوئے گلو خلاصی سے کام لینا ان احادیث سے اعراض کے مترادف ہے۔

جس طرح صحابہ کرامؓ دجال، غزوۂ ہند اور امام مہدی سے متعلق احادیث اور ان کے تطبیقات کرتے تھے، مگر ان کو حتمی نہیں سمجھتے تھے اور تطبیق کا مقصد عمل سے جان چھڑانا ہرگز نہیں تھا، بلکہ مزید عمل پر اپنے آپ کو ابھارنا اور دوسروں کو ترغیب دینا تھا، جیسا کہ ابن صیاد، دجال اور صحیح مسلم کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش" والے

احادیث میں خود حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خسف سے متعلق روایت کی تطبیق کو حتمی کہنے سے منع کیا مگر حدیث کے یقینی ہونے کے لیے کئی دلائل دیئے۔

احادیث قیامت اور ظہورِ مہدی سے متعلق روایات کے تطبیق میں احتیاط کا پہلو رکھنا اہم ہے، مگر اس کا مقصد یہ ہر گز نہیں کہ حدیث کے علامات پورے ہوتے ہوئے دیکھے بھی، مگر پھر بھی تطبیق کو حتمی نہ کہے اور تب بھی احتیاط کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے، یہ بات پہلے کے مقابلے اور زیادہ خطرناک ہے۔

امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کی ذمہ داری معلوم ہوتی ہے کہ عوام کو شرع شریف کی مکمل پابندی کے ساتھ ساتھ مخصوص احوال میں اعمال کی طرف توجہ دلائے اور خود بھی علمی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ عملی کردار کی طرف قدم بڑھائے۔ پیغمبر علیہ السلام کے روایت کے مطابق آخری دور میں قائم ہونے والے خلافت سے پہلے جب فتنے زیادہ ہو جائیں اور دنیا کے طول و عرض میں ہر طرف حالات گھمبیر ہو جائیں، تو اس وقت ہر خطے کے علمائے کرام اپنے عوام سے امام مہدی کے اوصاف، اس کے دور کے علامات، امام مہدی کے بیعت کے لیے طریقۂ کار وضع کرنے اور اس بارے میں لوگوں کو امام مہدی کے بیعت سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں بیعت لینے کے لیے عزم کریں گے۔

اس مختصر رسالہ میں اس بیعت سے متعلقہ احادیثِ مبارکہ کی تشریح اور اس سے مستنبط امور کو سامنے لانے کا قصد کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کمزور سی

کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس عظیم لشکر کے صحیح علامات کی تطبیق کے لیے یہ رسالہ علمائے کرام کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو۔

طالب دعاء: ثناءاللہ

دارالافتاء دارالعلوم الرحمانیہ، مردان

باب اول: بیعت مہدی اور ہم

فصل اول: عصر حاضر میں مجدد کی ضرورت اور امام مہدی کی بیعت
فصل دوم: امام مہدی کی پہچان اور سیرت نبویہ ﷺ کی روشنی میں اس کے بنیادی خدوخال
فصل سوم: علامات کی حقیقت اور ظہورِ مہدی سے پہلے بیعت کے لیے تیاری
فصل چہارم: علامات کی عقلی اور شرعی تناظر میں اہمیت اور ہماری تیاری
فصل پنجم: امت مسلمہ کے حکومت کا انداز نبی کریم ﷺ کی زبانی

فصل اول:

عصر حاضر میں مجدد کی ضرورت اور امام مہدی کی بیعت:

آج کے دور میں مسلمانوں کو اپنی محنت اور جہدِ مسلسل پر غور کرنا چاہیے، یہ کہ ہم اپنی سعیٔ پیہم سے چھٹکارا پانے کے لیے مہدی کے انتظار میں پڑے رہیں، یا پھر اپنی مدد آپ کے تحت محنت کے ساتھ ساتھ مہدیٔ موعود کی تلاش کریں، لیکن مؤخر الذکر صورت میں یہ باتیں سننے میں آئی ہیں مثلاً یہ کہ کیا مہدیٔ موعود کے پاس فتح کی چھڑی ہو گی؟ جو گھما کر اسلام کو فتح یاب کرانے میں کامیاب ہو جائے گا، یا پھر اللہ تعالیٰ کی مدد صرف امام مہدی کے ساتھ خاص ہو گی اور عام مسلمانوں کے ساتھ اس کی مدد اتنی نہیں ہوتی، جتنی بعض شخصیات کے ساتھ ہوتی ہے؟ یا پھر جب مسلمان اپنی کج فہمی اور سستی کی وجہ سے عالمی ظلم و ستم اور اپنی کمزوری و ناتوانی کا مقابلہ نہ کر سکیں، تو اس کو ختم کرنے کے لیے دوسرے کی کوششوں کا آسرا لگائے کسی شخصیت کے منتظر بیٹھے ہیں، جو آ کر انہیں جلد از جلد موجودہ شکست وریخت کی صورت حال سے نکالنے، انہیں فتح دلانے اور تمام عالمی قوتوں کو راتوں رات کمزور کرنے میں کامیاب ہو جائے گا؟

کیا مسلمانوں کو اپنی کوششوں سے اسی طرح کی کامیابی حاصل کرنی ضروری نہیں تھی، جس طرح یہودیوں نے اپنے عالمی رہبر دجال کے آنے سے پہلے پوری طرح تیاری کر کے دنیا کو اپنے کنڑول میں کر لیا اور اب اس کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ ایسے ہی عیسائیوں نے بھی وسائل و مادیات کو محنت سے استعمال کیا اور ترقی کی اوجِ کمال تک پہنچ گئے اور اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر ہیں، اسی طرح روافض نے عالمی

سطح پر اپنی طاقت منوانے کے لیے بہت کوششیں کی ہیں، جن کے نتیجے میں انہوں نے مشرقِ وسطیٰ میں اپنے مخالفین کو زیر کر دیا، مثلاً صدام کو پھانسی پر چڑھا کر اس کے تختِ صدارت کو اپنے قبضہ میں لے لیا، یمن کے مٹھی بھر حوثیوں کو وسائل فراہم کر کے سعودی عرب کے مقابلے میں لا کر کھڑا کر دیا ہے، مگر اب تک ۲۰۱۵ سے سعودی حکومت اپنی اتحادیوں سمیت یمن کو زیر کرنے اور اپنی پسند کی حکومت قائم کرنے سے عاجز رہی ہے، جس میں بظاہر ایران کی واضح کامیابی نظر آ رہی ہے۔

یہی صورت حال شام میں بھی دیکھنے کو ملی کہ دنیا بھر کے سنی المسلک مسلمانوں نے بشار الاسد کے مخالفین کو سپورٹ کیا، مگر ایران نے اپنے حلیف روس کے ذریعے نہ صرف بشار حکومت کو فتح دلوائی، بلکہ گرد و پیش کے حکومتوں کو بھی اپنی بات منوانے پر بھی مجبور کر دیا۔

ایسے میں سنی المسلک مسلمان جہد پیہم سے پہلو تہی کرنے اور محنت سے گلو خلاصی کر کے مہدی کے انتظار میں یہی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ آ کر دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم کرے گا اور پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرائے گا؟

اس صورتِ حال میں خلافت تو در کنار مغربی جمہوریت بھی اسلامی ممالک میں کامیاب نہیں ہو رہی، یہاں مغرب کا مطیع و فرمانبردار حاکم ہی کامیاب رہتا ہے۔

قرآن وحدیث کے نصوص میں ذکر شدہ وعدوں کی روشنی میں گذشتہ سوالوں کا جواب ڈھونڈنے اور عصرِ حاضر میں رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام اور عوام کی ذمہ داریوں کو علمی انداز میں ذکر کرنا، اس تحقیقی کاوش کا مطمعِ نظر ہے، اس کے علاوہ علمی سطح پر ظہورِ مہدی سے متعلق پھیلی

ہوئی بعض غیر تحقیقی باتوں کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

۱۔ فرقہ واریت کا خاتمہ

۲۔ مسلمانوں کا اتحاد

۳۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات پر اسلامی دنیا میں عمل

۴۔ خلافتِ راشدہ کا قیام

مذکورہ بالا چار ۴ اہداف کا حصول کیسے ممکن ہے، ذیل کے مباحث شرعی تناظر میں ان امور کے حصول اور حالات کے بدلنے میں ان کا کردار ذکر کیا جائے گی:

۱۔ مجدد کی ضرورت اور امام مہدی کا کردار:

سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سو ۱۰۰ سال کے بعد اس امت کی اصلاح کے لیے ایک مجدد کو بھیجتا ہے، تاکہ مسلمانوں کے دینی تعلیمات میں غلطیوں کی درستگی کر کے تجدید کا کام کریں۔

اکثر کتبِ حدیث میں آخری زمانے میں آنے والے مجدد کے صفات میں کثیر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ روئے زمین میں پھیلے ہوئے عدل و انصاف کو عام کر کے "جور و ظلم" کو ختم کرے گا۔

ان روایات میں دو باتوں کے پھیلانے اور منتشر ہونے کے وقت ظہورِ مہدی کی بشارت دی گئی ہے:

پہلی: جور، دوسری: ظلم،

جور سے مراد تصورات، مفاہیم، آراء و افکار اور معتقدات کی ناانصافی ہے، جب کہ ظلم سے مراد قتل، کشت و خون کا بازار گرم کرنے، حقوق کے ضیاع، فساد اور افساد ہے۔

واضح رہے کہ حدیث میں "جور" کو "ظلم" پر مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ "ظلم" یہ "جور" کا نتیجہ اور اس کا ثمرہ ہوتا ہے۔

لہذا امام مہدی آکر دنیا کو عدل وانصاف کے نظام اس طرح بھر دے گا، جس طرح ان سے پہلے پورا عالم "جور" و "ظلم" سے لبریز تھی۔

امام مہدی زمین میں غلط مفاہیم کو ختم کر کے اپنے عمیق اسلامی مفاہیم کو لاگو کرے گا، ایسے ہی درست نظریہ، ہوشیار نظر و دماغ، صاف و پاک تصورات اور صحیح اعتقادات کے ساتھ عالمِ اسلام کو فہمِ دین کے نفاذ کا عظیم پلیٹ فارم اداء کرے گا۔

جب کہ امام مہدی کے آنے سے پہلے خطا تصورات اور مفاہیمِ مغلوطہ سارے معاشرے میں سرایت کر چکی ہو گی۔ ایسے ہی ظہورِ مہدی سے قبل فکری اختلافات اور مذہبی تفرق پوری زمین پر چھا چکی ہو گی۔

اسی حدیث کے تشریح کی روشنی میں "سلفیت" کو دیکھ لیں، تو باہمی تنازعات اور اختلافات، باہمی شقاق اور سخت عداوت کا شکار ہو چکی ہے۔

علمی سلفیت سے ہٹ کر اگر ہم میدانِ جہاد میں "رایات السود" کے اختلافات کو اس حدیث کے تناظر میں دیکھ لیں، تو وہ بھی انہی مشت و گریبانی کے عالم سر گرداں ہیں، جب کہ ایک ہی مقصد کو لے کر بھی نقطۂ واحدہ پر نہ ٹھہر سکے، بلکہ انتشار کا شکار ہو گئے۔

مگر امام مہدی جب ظاہر ہوں گے، تو ان میں کسی ایک کے ساتھ نہیں ہوں گے، جیسا کہ روایات وآثار میں اس امر کی مفصل وضاحت موجود ہے، کہ امام مہدی اگر چہ "رایات السود" کے جہادی نظریات سے تعلق رکھیں گے، مگر جب دنیا بھر میں سخت

اختلافات شروع ہوں گے، حتی کہ رایات السود بھی باہمی اختلافات شروع کریں گے، تو اس دوران ان میں سے کسی ایک گروہ کے ساتھ بھی نہیں ہوں گے، چنانچہ ابن عباسؓ کی ایک حدیث میں فرمایا: (لم تلبسه الفتن ولم يلبسها) یعنی نہ تو امام مہدی فتنوں سے گریں گے اور نہ ہی فتنے انہیں گرائیں گے۔

اور ایک روایت میں ارشاد فرمایا: (ليس من ذی ولا من ذی، ولكنه خليفة يمانی) کہ امام مہدی باہمی جنگ لڑنے والے رایات السود میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی اس انتشار والے جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔

ظہورِ مہدی سے پہلے ہر شخص اپنے رائے پر اصرار کرے گا، جس کی وجہ سے دوسرے کی بات کو قبول کرنا مشکل ہوگا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دور میں امام مہدی کے علاوہ کسی دوسرے کی رائے کو قبول کرنے کو رڈ لائن قرار دے کر ہر شخص پر لازم کر دیا۔

جب ظلم کی گھٹاٹوپ اندھیاں اپنی انتہا تک پہنچ کر مزید پھیلنے اور نہ رکنے کا نام لے رہی ہو، جب کہ داخلی ملکی، علاقائی اور صوبائی سطح سے تجاوز کر کے بین الاقوامی صورتِ حال دھار کر نہایت ہی ڈراؤنی شکل اختیار کریں اور نکلنے کی ہر راہ مسدود اور بھاگنے کا راستہ مغلق ہو، ہر کس وناکس امتِ مسلمہ کے تقدیر کا بند تالہ کھولنے کے لیے تگ ودو کر رہا ہو، مگر مصائب کے اس بھنور سے نکلنے کا چابی کسی کے پاس نہ ہو۔

لہذا ایسے میں امام مہدی کا ظاہر ہو کر اسلامی نظام کے پالیسی کو قبول کرنے سے لازمی اور جبری ہوگا۔

موجودہ حالات اور ظہورِ مہدی:

۲۰۱۱ء کے بعد عرب بہار جو در حقیقت فتنہ الدھیماء اور ظلم وستم کے آخری لمحات ہیں، اس عرصے میں اللہ تعالیٰ نے عرب مسلمانوں میں بالخصوص اور دنیا بھر کے دیگر مسلمانوں میں بالعموم بیداری کی ایک لہر دوڑای، جیسے کہ ایک روایت میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عن حذيفة رضي الله عنه، سمعت رسول الله ﷺ يقول: ويح هذه الأمة من ملوك جبابرة، كيف يقتلون ويخيفون المطيعين، إلا من أظهر طاعتهم، فالمؤمن التقي يصانعهم بلسانه ويقومهم بقلبه، فإذا أراد الله أن يعيد الإسلام عزيزا، قصم كل جبارا عنيد، وهو القادر على ما يشاء، أن يصلح أمة بعد فسادها، يا حذيفة! لو لم يبق من الدنيا إلا يوم واحد، لطول الله ذلك اليوم، حتى يملك رجل من أهل بيتي، تجري الملاحم على يديه، ويظهر الإسلام، لا يخلف وعده، وهو سريع الحساب. [صفۃ المہدی لأبی نعیم الاصفہانی، رقم الحدیث: ۲۸، ص ۱۹۔]

۱۔ اس روایتِ مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو "ملوک جبابرۃ" کے ظلم وجبر کی حالت بتائی کہ وہ کس طرح نیک لوگوں پر ظلم وجبر کرتے ہوں گے، یعنی انہیں مار پیٹ، قتل اور قید وبند کی سزاؤں سے ڈراتے دھمکاتے ہوں گے، مگر جو لوگ ان کی طاعت ظاہر کریں گے، تو ان پر ظلم نہیں کریں گے۔ اس دور میں متقی مومن بظاہر زبان سے تو حکومتِ وقت کی اطاعت کا معاملہ جاری رکھے گا، لیکن ان کا دل ایمان، اطاعتِ الٰہی اور ظلم وجبر کے خلاف قائم رہے گا۔

۲۔ اس روایت کے دوسرے حصے میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ دوبارہ اسلام کو غلبہ

دیناچاہے اور امت کے فساد کو اصلاحی صورت میں تبدیل کرنے کاارادہ فرمائے، تواس وقت کے ظالم اور جابر بادشاہوں ختم کر دیں گے۔

۳۔اس کے بعد فرمایا: اے حذیفہ ! اگر دنیا کی بقاء میں ایک دن بھی باقی ہو، تواللہ تعالیٰ اس ایک دن کو لمبا کر کے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو حکومت کے لیے لائے گا، جس کے ہاتھ عالمی جنگیں لڑی جائیں گی اور اس دور میں اسلام غالب ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

تشریح: اس روایت میں فساد کے بعد امت کی اصلاح کے لیے ظالم اور جابر بادشاہوں کا خاتمہ ہی مسئلے کا حل تجویز کیا گیا اور ظالم حکمرانوں کا فساد یہ تھا کہ مسلمانوں کی معیشت اور معاملات میں ناانصافی اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کو باہمی انتشار کا نشانہ بنانا تھا، جس میں داخلی سیاسی تناؤ کی صورت حال پیدا کر کے عوام کو انہی اختلافات میں مشغول رکھنا اور سنت وشیعہ کے نام میں مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کر کے مزید کمزور کرنا اور اپنی حکمرانی کو طول دینا ان کے جرائم میں شامل تھا، مگر یہ سب تکوینی طور پر مقرر تھا[ولو شاءالله ما اقتتلوا ولكن الله يفعل ما يريد]اس وجہ سے اس جرم کی سزا کے لیے یہ انہی عوام کے ہاتھوں ان جبابرہ کا ذلت آمیز موت اور حکومتوں کا انتشار مقرر کیا گیا۔

یہ تمام امور در حقیقت امام مہدی کی بیعت کے لیے امت میں بیداریٔ شعور کا پیش خیمہ تھی، تاکہ عرب بہار کے نتیجے میں فسادات کی چکی میں پسی ہوئی عرب عوام عیش وعشرت میں خوابِ خرگوش میں مگن اپنی خرمستیوں سے باز آجائے اور دنیا کی محبت اور موت سے خوف کو ایک طرف کر کے جہادی منہج کو از سرِ نو گلے لگائے اور یہی ہوا کہ

ایک بار پھر عرب نوجوان نے طاوؤس ورباب کو خیر آباد کہہ کر شمشیر وسنان کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔

یہ سب کچھ تکوینی طور پر جبراً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزتِ نو کی تیاری اور بیعتِ مہدی کے نزدیک دور میں احساسِ ذمہ داری کے انشائے جدید کے لیے شاید کیا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ ظلم وجبر اور فساد کے کثرت کے خاتمہ کے لیے جابر وظالم حکمرانوں کی موت اور ذلت ورسوائی کا مقصد یہ تھا کہ میرے اہلِ بیت سے ایک آدمی بادشاہ بنے گا، جیسا کہ حدیثِ بالا کے آخر میں اس نکتے کی طرف اشارہ کیا گیا۔

تاہم دیگر کئی احادیث وآثار میں آخری زمانے میں ظلم وجبر کے خاتمے کے لیے عرب میں "فتنۃالدھیماء" شروع کیا جائے گا، جیسا کہ بظاہر ۲۰۱۱ء میں عرب بہار کے نام سے اس فتنے کا آغاز ہوا۔

ایک حدیث میں فرمایا: (ثمَّ فتنةٌ لَا يبْقى بَيت من الْعَرَب إِلَّا دَخلته[الجمع بین الصحیحین، رقم:۲۹۷۱ج۳ص۴۵۰] لا تَدَعُ أحداً مِنْ هذه الأمة إلا لَطَمَتْهُ لَطْمة،حتى يصير الناس إلى فُسطاطين، فُسطاط إيمانٍ لا نفاق فيه، وفسطاطِ نفاقٍ لا إيمان فيه[جامع الاصول، رقم:۷۷۴۷،ج۱۰ص۲۳])

ان روایات میں بظاہر عرب بہار میں شروع ہونے والے فساد کو ہر عرب گھر تک پہنچنے جب کہ امت کے ہر فرد کو اس فتنے سے متاثر ہو کر اس کا شکار ہونے کا ذکر کیا گیا، اس کے علاوہ مسلمانوں کا دو گروہوں میں تقسیم ہونے کا تذکرہ کیا گیا، یعنی اس سے پہلے مسلمان اور منافق دونوں مل کر رہ رہے تھے، مگر اس فتنے کے بعد اب یا تو صرف

ایمان والا گروہ میں جانا ہو گا یا پھر نفاق والے خیمے میں داخل ہونا پڑے گا۔

احادیث میں اس فتنے سے متعلق کئی روایات میں مختلف علامات بتائی گئی ہے، ایک روایت میں فرمایا(إِنَّهَا ستَكونُ فِتنَةٌ تَسْتَنْظِفُ العَرَبَ قَتْلاها فِي النّارِ اللِّسانُ فِيها أَشَدُّ مِنْ وَقعِ السَّيْفِ)[سنن ابی داؤد، رقم:۴۲۶۵،ج۴ص۱۰۲۔]

ا۔اس روایت میں فرمایا:(اللِّسانُ فِيها أَشَدُّ مِنْ وَقعِ السَّيْفِ)"لسان"ذکر کرنے سے زبانی اختلافات، آزادئ رائے اور حریتِ فکر کی آڑ میں مذہب اور مذہبی لوگوں سے بیزاری، باہمی تنازعات اور سخت انتشار کی طرف اشارہ ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف جماعات اور متعدد احزاب وقبائل کے درمیان زبانی اختلافات سے باتیں بڑھ کر قتل وقتال تک معاملہ پہنچ جائے گا۔

۲۔مزید فرمایا: (تَسْتَنْظِفُ العَرَبَ)یعنی عرب میں ایک ایسا فتنہ اٹھے گا جس تمام علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا، کوئی دیہات یا شہر اس سے نہیں بچے گا۔اس طرح یہ احتمال ہے کہ یہ فتنہ عربوں کو عیش وعشرت کے سامان سے نکال باہر کر کے جنگ وقتال کے لیے تیار کیا جائے گا اور کھرے کھوٹے کی تمیز اور ایمان ویقین کے جذبے سے سرشار مسلمانوں کو دوسرے منافقین وغیرہ سے جدا کرے گا۔

مذکورہ فتن کی وجہ سے مسلمانوں کو امام مہدی کی آمد سے پہلے تیار کیا جارہا ہے، تاکہ وقت آنے پر خالص ایمان والے مستعد رہے۔

امام مہدی بطور مجدد، موجودہ حالات کی خرابی اور دورِ نبوی سے مشابہت:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ہجرت سے پہلے اوس وخزرج کے دونوں قبائل میں بعاث کے مقام پر سخت خونریز لڑائی ہوئی، جس میں مذکورہ دونوں

قبائل کے اکثر رؤساء اور بڑے بڑے سرداران مر گئے اور تھوڑے بہت باقی رہ گئے۔

ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں "جنگِ بعاث" کی یہ شدید لڑائی در حقیقت تکوینی طور پر نبی کریم ﷺ کی مدینہ آمد کے لیے تیاری، قبل از اسلام انصارِ مدینہ کی جنگی جنون کو لگام دینے، اپنے مشرکین رہنماؤں کی خاطر جان ومال کی قربانی دینے والوں کے لیے راہِ خدا میں ایثار کے جذبے کی بحالی میں اضافہ، مدینہ منورہ کی سیاست سے عصبیت اور قبائلی امتیاز کو ہوا دینے والوں کا خاتمہ اور ریاستِ مدینہ کے خشتِ اول منافق سیاست دانوں اور اختلافات کو ہوا دے کر ذاتی اور قبائلی مفاد لینے کو منظرِ عام سے ہٹا دیا گیا، جیسا کہ اس روایت میں فرمایا:

«كان يوم بعاث، يوما قدمه الله لرسوله صلى الله عليه وسلم، فقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد افترق ملؤهم، وقتلت سرواتهم وجرحوا، فقدمه الله لرسوله صلى الله عليه وسلم في دخولهم في الإسلام»

ترجمہ: یومِ بعاث اوس وخزرج کے درمیان نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے پہلے ایک ایسا معرکہ تکوینی طور پر اللہ تعالی واقع کیا، جس میں ان قبائل کو منتشر اور متفرق کر کے ان کے سرداروں قتل وقتال میں ختم کر دیا، انصارِ مدینہ کے لیے یہ جنگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنی۔[صحیح البخاری، باب مناقب الأنصار، رقم: ۳۷۷۷، ج۵ ص ۳۰۔]

تشریح: فتح الباری میں ہے کہ اس جنگ میں ان منافقین کو قتل کیا گیا، جو تکبر وعجب میں مبتلا تھے، اسلام سے بیزار اور مسلمانوں کی آمد سے نالاں اور باہمی انتشار کو اپنے مفاد کے استعمال کرنے والے تھے، تاکہ یہ اوس وخزرج کے مسلمان دوسروں کی سربراہی قبول نہ

کریں، انہی منافقین کے باقی ماندہ لوگوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی تھے۔

اسی واقعے کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: (وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًاوَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا) ترجمہ: اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔ [آل عمران: ۱۰۲]

اسی تناظر میں ظہورِ مہدی کے مسئلے کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ امام مہدی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے، جب تک تمام عرب و عجم کے مسلمان گھریلو، خاندانی، معاشرتی، صوبائی، ملکی اور بین الاقوامی اختلافات اور مذہبی و فرقہ وارانہ سیاسی، سماجی، ثقافتی اور عسکری تنازعات کا شکار ہو کر منتشر نہ ہو جائے۔

عوام کا اپنی حکومتوں کے خلاف اٹھنا اور مذہبی اور سیاسی جماعتوں کا آپس میں گتھم گتھا ہو کر لڑنا، جب کہ دین و دنیا کے تشریحات میں غلط مفاہیم اور موہوم تصورات میں مکمل تبدیلی آ چکی ہو گی۔

مذہبی و دین کے تشریحات اور اس کے نفاذ کے لیے علمی و عملی محنت میں کوتاہیاں کو نیکی سمجھ کر ان غلطیوں میں مزید محنت اغلاط کو پھیلانے کا سبب بن رہا ہے، اسی کے اصلاح کے بھی امام مہدی کی شخصیت کی ضرورت ہے، کیونکہ ہر فرقے اور ہر مسلک و مشرب کے لوگ اپنی محنت اور طریقے کو حق سمجھ کر دوسرے دینی شعبوں سے گلو خلاصی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

حق و باطل کی تمیز میں امام مہدی کی حضرت طالوت سے مشابہت:

ان غلطیوں کی تصحیح کے لیے امام مہدی کی مثال بنی اسرائیل کے بادشاہ "طالوت" کی طرح

ہو گی، جس طرح اس نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ) ترجمہ: تو اس نے (ان سے) کہا کہ خدا ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا (اس کی نسبت تصور کیا جائیگا کہ) وہ میرا نہیں اور جو نہ پیئے گا وہ (سمجھا جائیگا) میرا ہے ہاں اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے (تو خیر جب وہ لوگ نہر پر پہنچے)۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں جب "مِنِّي" فرمایا، تو اس میں مراد یہ ہے کہ اطاعت کرنے والے اور طالوت کے حکم کو ماننے والے اور صرف حق راستے یہی لوگ چلنے والے ہیں، یعنی طالوت کے حقیقی ساتھی، بلکہ اسی سے ہیں، تو اس طرح اطاعت کرنے والے حق پر اور حق ان کے ساتھ ہو گی۔

اسی تناظر میں اگر امام مہدی اور حضرت طالوت اور ان کے متبعین میں نسبت دیکھی جائے، تو یقیناً امام مہدی اور ان کے متبعین افضل ہوں گے، لہذا جس طرح حضرت طالوت کے پیروی کرنے والے حقانیت میں حضرت طالوت کی طرف منسوب تھے، ایسے ہی امام مہدی کی پیروی کرنے والے بھی اہتداء اور راہ یابی میں ان کے مشابہ ہوں گے۔

مگر یہ اطاعت منہج مہدی کے ساتھ جان و قلب، بدن و روح کے ساتھ، اعتقاد و محبت اور فہم و سلوک کے ساتھ مشابہت ہو، تو جس طرح حضرت طالوت کے پیروکاروں کے بارے میں "فإِنَّهُ مِنِّي" کہ وہ مجھ سے ہیں، ایسے ہی امام مہدی کی متبعین بھی مہدی سے ہوں گے اور مہدی ان سے ہوں گے۔

جیسا کہ انہی نکات کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے: (يخرج رجل من أهل بيتي يقال له المهدي، فإن أدركته فاتبعه وكن من المهتدين)[المعجم الکبیر للطبرانی، ج۱۸ص۵۱، مکتبہ ابن تیمیہ القاہرۃ] یہی وجہ ہے کہ جتنی زیادہ امام مہدی سے فہم وسلوک، جان و قلب، بدن و روح، اعتقاد و محبت اور فکر و منہج کے اعتبار سے دوری ہو گی، اتنی ہی "حق" سے بُعد اور دوری متصور ہو گی۔

امام مہدی اور سیدنا علی حیدر کرم اللہ وجہہ میں مشابہت:

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کہ تم میں سے ایک قرآن مجید کی تفسیر وتاویل کے قیام کے لیے اسی طرح قتال کرے گا، جس طرح میں نے اس کے نزول کے وقت کیا تھا۔[مسند أحمد، مسند ابو سعید الخدریؓ، رقم:۱۱۷۷۳، ج۱۸ص۲۹۵]

اسی طرح کے الفاظ جیسے حضرت علیؓ کے بارے میں ایسے ہی امام مہدی کے بارے میں بھی ارشاد فرمائے: (عن عائشة، رضي الله عنها، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «هو رجل من عترتي، يقاتل على سنتي كما قاتلت أنا على الوحي»)یعنی میری نسل سے ایک آدمی آکر احیائے سنن کے لیے اسی طرح قتال کرے گا جس طرح میں نے وحی کے لیے قتال کیا تھا۔[الفتن لنعیم، رقم:۱۰۹۲، ص۳۷۱]

ایسے ہی ایک دوسری حدیث میں فرمایا: (المهدي مني) یعنی مہدی مجھ سے ہوں گے، تو امام مہدی نسل و نسب کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہؓ کے نسل سے ہوں گے، جب کہ نسل کی مشابہت کے ساتھ ساتھ نسبت اور سلوک کے اعتبار سے بھی نبی کریم ﷺ سے مشابہت ہو گی، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں فرمایا

کہ مہدی میرے ساتھ اخلاق میں مشابہ ہوگا۔

عالمی منظر نامے پر مہدی و مجدد کی آمد اور ہماری ذمہ داریاں:

مذکورہ بالا امور سے ثابت ہوا کہ امام مہدی مجددِ کامل اور ان کے سو فیصد مکمل پیروی کرنے والے ہدایت یافتہ گروہ ہے۔

مگر عصرِ حاضر کے تناظر میں اگر ملکی فضاء اور بین الاقوامی صورتِ حال کی روشنی میں عدمِ اعتماد کی بنائی گئی فضاء میں اگر ہم اپنی مسلکی، مذہبی، ملکی اور علاقائی امور کو اختیار کرتے ہوئے ظہورِ مہدی کے وقت اپنے اپنے فرقوں اور معتقد شخصیات پر اعتماد کر کے فتن سے متعلقہ احادیث میں غور و فکر کرنے اور اس کی تطبیق میں تن آسانی اور کاہلی کا مظاہرہ کریں، تو نہ ہی ہم ۳۱۳ بیعت کنندگان کی مبارک جماعت میں آسکتے ہیں اور نہ ہی امام مہدی کے فوج میں شرکت کر سکتے ہیں۔

بلکہ اس وقت ہمارا صورتِ حال اس آیت مبارکہ میں بیان کی گئی حالت کی طرح ہوگی: (يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا) ترجمہ: (لوگوں سے) کہتے ہیں اگر تمہیں یہ حکم ملے تو اس کو لے لینا اگر نہ ملے تو اس سے احتراز کرنا۔

تشریح: اس آیت مبارکہ کی روشنی میں اگر ظہورِ مہدی اور ان کی بیعت کے حوالے سے دیکھ لیں، تو بعض جماعات، پارٹیاں، تنظیمیں اور حکومتیں کہیں گی، اس آنے والے مہدی کے بارے میں جائزہ لو، اگر یہ ہماری پالیسوں اور ہماری مفادات کے خلاف نہ ہو، تو اس کو مان لو اور اگر ہمارے معتقدات، شخصیات اور جماعات یا تنظیموں کے خلاف ہو، تو اس کی بات نہ مانو۔

کیونکہ اس وقت کے علماء و عوام کا یہی عقیدہ ہوگا، کہ جس مذہب و عقیدے سے ہم

متعلق ہیں وہی نظریہ ہی سچ اور درست ہے اس کے خلاف ہر کسی کی حق بات بھی ناقابل عمل اور قطعی غلط ہو گی۔

قرآن مجید میں اہل کتاب کے اسی نظریے کو رد کرتے ہوئے ان کے عمل اور اپنے پیروکاروں اور مریدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا)

بیعتِ مہدی اور لمحۂ فکریہ:

گذشتہ امور کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ عصرِ حاضر میں ایک ایسے لیڈر کی ضرورت ہے، جو پوری امت مسلمہ کے مسلمانوں کو متفق کر کے کفر کی اجارہ داری کو ختم کریں، جسے علمی اصطلاح میں ہم مجدد کہہ سکتے ہیں، جب کہ امتِ مسلمہ میں رائج اختلافات کو ختم کر کے ایک ہی منہج پر سب مسلمانوں کو جمع کر کے اسلامی تعلیمات کی صحیح تشریح، درست عقیدہ اور اسلوبِ دینِ مستقیم پر امت کو گامزن کریں، ایسے شخصیات کو مہدی اور راہ یاب شخص کہہ سکتے ہیں۔

جب عصرِ حاضر کے تناظر میں ہم اپنی فکری، نظریاتی، منہجی اور مسلکی اختلافات کو ختم کرنا چاہتے ہیں، مگر امام مہدی کا بیعت اس وقت کریں گے، جب وہ ہماری پارٹی کے منشور اور ہمارے مذہب و قوم کے مفادات کی ترجمانی کر کے ہمارے طرز پر اسلامی تعلیمات اور نفاذِ اسلام کا ایسا آئیڈیا پیش کریں، جو ہمارے موافق ہو، تب تو ہم اس کی اقتداء کریں گے، وگرنہ پھر مشکل ہے۔

ایسی صورتِ حال میں موجودہ اختلافات کو ختم کرنا اور تنازعات کو نمٹانے کے لیے جب کسی اپنی ہی من مانی کرنی ہو گی، تو پھر موجودہ دور میں نہ تو مجدد کی ضرورت ہے

اور نہ ہی کسی مہدی کی، کیونکہ ہم نے تو اپنے طریقے اور پارٹی و مسلک و مشرب کے مطابق عمل کرنا ہے۔

جب کہ احادیث مبارکہ میں موجودہ زمانے کے اختلافات مسلمانوں کی کمزوری اور فرقوں، ممالک اور تنظیموں میں بٹے ہوئی صورتِ حال کے لیے "امام مہدی" کی خوشخبری دی گئی ہے۔

لہذا عصر حاضر کے مسائل کو حل کرنے، اختلافات کو اتفاق میں بدلنے اور پوری روئے زمین کو اسلامی نظام کے صحیح معتقدات اور قرآن وحدیث کے مطابق حکومت کرنے کے لیے جس شخصیت کی بشارت دی ہے، تکوینی طور پر حالات کی ابتری شاید اس کی آمد اور پہلے سے ہماری ذہنی تربیت کے لیے ہے۔

مگر اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ امام مہدی معصوم ہوں گے، نہیں، ہر گز نہیں، بلکہ وہ بھی دیگر مجددین کی طرح ہی ایک مجدد ہوں گے، مگر دوسرے مجددین ایک فن یا ایک ملک وعلاقے کے لیے احیائے دین کا کام کرتے تھے اور امام مہدی پوری دنیا کے اسلامی اعتقادات اور حکومتی نظام کی اصلاح کریں گے، تاہم ان سے بھی خطائیں صادر ہو سکتے ہیں، جیسا کہ دیگر مجددین سے صادر ہوتے رہے ہیں۔

گذشتہ تقریر کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت کے دنیا بھر کے لوگوں میں سب سے زیادہ درست منہج اور مستقیم انداز والے وہی ہوں گے، جب کہ بیعت سے پہلے بھی اپنی مہدویت کے مشن کی ترویج میں اسلوبِ دعوت کے لیے ایک ایسا طریقہ اور اسلوب اپنائیں گے، جو بیعت کے بعد ہدایت کی طرح صحیح اور لوگوں کے ذہنوں میں پوری طرح راسخ ہونے والے ہو گا۔

مگر اس اندازِ دعوتِ مہدویت میں مزید صلاح اور اضافی ہدایت بیعت کے بعد نورانیت اور قبولیت کے اعتبار سے زیادہ ہوگا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے شاید اسی موقع کے لیے فرمایا ہے:

عسی عطفة لله فی اهل دینه

تجدد منه دارسات المعالم

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے دیندار لوگوں کے لیے ایک خاص مہربانی ہے۔ کہ وقت گزرنے کے ساتھ دین کے پچھلے اصل مٹے ہوئے نشانات کو از سر نو زندہ کرنے کے مجددین کو انہی میں سے پیدا کرتے ہیں۔

فصل دوم: امام مہدی کی پہچان اور سیرت نبویہ ﷺ کی روشنی میں اس کے بنیادی خد و خال

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود و نصاریٰ کے بعض علمائے کرام تورات وانجیل میں ذکر کی گئیں علامات کی روشنی میں سر زمینِ عرب میں رسولِ امی ﷺ کی بعثت کا انتظار کر رہے تھے اور ان علامات کی مدد سے نبی آخر الزمان ﷺ کے زمانے کی نشانیاں معلوم کر چکے تھے۔ جب کہ بعض علمائے یہود ونصاریٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو بعثت سے پہلے اپنی خداداد بصیرت سے پہچانا تھا۔

جیسا کہ دورِ جاہلیت میں سیدنا عمرؓ کا سفرِ شام میں ایک راہب سے ملنا اور اس کا حضرت عمرؓ کو پہچاننا، یا پھر بعثت سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کا خواب میں چاند کے ٹکڑے کو اپنے گود میں اترتے دیکھنا اور ایک راہب کا نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قبولیتِ اسلام کی پیشن گوئی کرنے کا تذکرہ کتبِ سیرت میں ملتا ہے۔

جب کہ "بحیرا" راہب کا نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کو اس بات کی تاکید کرنا کہ اپنے بھتیجے کی حفاظت کرے اور اس کو واپس گھر بھیجنے کا انتظام کرے، اس کے علاوہ بھی کئی واقعات وروایات کی روشنی میں آپ ﷺ کو نبی آخر الزمان کے طور پر پہچاننے کا تذکرہ کتبِ سیرت میں موجود ہے۔

اور یہودِ مدینہ کا سر زمینِ شام سے ہجرت کرکے نبی کریم ﷺ کی بعثت سے کئی دہائیاں پہلے آپ ﷺ کی نصرت کے لیے مدینہ منورہ کی علامات کو پہچان کر یہاں ڈیرے ڈالنے کی وضاحت موجود ہے۔

ان سب واقعات سے یہ بات بخوبی سامنے آتی ہے کہ تورات وانجیل کے بیان کردہ مغیبات اور قربِ قیامت کی دیگر علامات اور اس دور میں آنے والی شخصیات کا تذکرہ علمائے یہود آپس میں خوب کیا کرتے تھے اور ان علامات کے روشنی میں متعلقہ عمل کو بروئے کار لانے کو باقاعدہ عملی جامہ پہنانے کی بھی کوشش کرتے تھے۔

ظہورِ مہدی سے پہلے علاماتِ شخصیہ، مکانیہ، زمانیہ، کونیہ کی اہمیت وضرورت قرآن وسنت کی روشنی:

ا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے اہلِ کتاب نے نبی کریم ﷺ کی علاماتِ شخصیہ کو خوب تحقیق کرکے جانا تھا، چنانچہ فرمایا: (یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم) یعنی جس طرح خوب یقین کے ساتھ اپنے بیٹے کی معرفت میں شک کی گنجائش نہیں ہوتی، ایسی ہی نبی کریم ﷺ کے بارے میں تحقیق کے نتیجے میں خوب یقین کے ساتھ اس بات تک پہنچ چکے تھے، کہ آپ ﷺ وہی موعود نبیؑ برحق ہے، جن کا ذکر تورات میں موجود ہے، مگر پھر بھی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔

۲۔ کسی شخص کی معرفت اور مکمل پہچان علامات مکانیہ کی وجہ سے ہوتی ہے، چنانچہ علمائے یہود نے کئی دہائیاں قبل تحقیق کرکے آپ ﷺ کی ہجرت کے مقام کو پہچانا تھا، اس لیے شام سے مدینہ منورہ آکر آباد ہوئے اور مشرکین کے ساتھ لڑائیوں میں نبی کریم ﷺ کو وسیلہ کرکے دعائیں مانگا کرتے تھے، چنانچہ فرمایا: (یستفتحون علی الذین کفروا) یعنی آپ ﷺ کے تشریف آوری سے متعلق ان کا یقین اس قدر مضبوط ہو گیا تھا کہ جنگوں میں آپ ﷺ کے نام سے فتح طلب کرتے تھے، مگر جب

آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور تورات کے مطابق وحی الٰہی کی پیروی میں بیت المقدس کو قبلہ بھی بنایا، تب بھی وہ نہ مانے اور اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔

۳۔اسی طرح کسی کا جاننا علاماتِ کونیہ سے بھی ہوتا ہے، یعنی کسی بڑی شخصیت کے آنے سے پہلے باقاعدہ طور پر فضا بنائی جاتی ہے اور کائنات میں ایسی عجیب و غریب نشانیاں رونما ہوتی ہیں، جنہیں دیکھ کر آنے والے واقعات کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔کچھ ایسا ہی نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی ہوا، آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ابرہہ کے لشکر پر ابابیل پرندے مسلط ہوئے اور انہیں ہلاک کر ڈالا۔ایسے ہی کسریٰ کے دربار میں لگائی گئی پرانی آگ بجھ گئی اور کعبہ کے بت منہ کے بل گر گئے، انہیں دیکھ کر بعض سمجھ دار اہل کتاب آپ ﷺ کی آمد معلوم کر چکے تھے۔

۴۔اسی طرح کسی چیز کی پہچان کے لیے علاماتِ زمانیہ بھی درکار ہوتی ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفعِ سماوی کے بعد دنیا میں کفر و شرک کا دور دورہ اپنی انتہاء کو پہنچ چکا تھا، حضرت سلمان فارسیؓ کی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آخری راہب نے انہیں بتایا کہ اب اس دور میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے والا میرے خیال میں نہیں ہے، لہذا اب تم کھجوروں کے شہر جاؤ، جہاں آخری پیغمبر ہجرت کریں گے، اس کے ساتھ ہو جاؤ، تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے علاماتِ زمانیہ بھی بطورِ نشانی علمائے اہل کتاب کو بتائے گئے تھے۔

علاماتِ قیامت اور ظہورِ مہدی سے متعلق حضراتِ اکابر کی توجہ اور ہماری غفلت:

اسلامی تعلیمات میں احادیثِ مبارکہ کا ایک ضخیم حصہ قربِ قیامت میں نکلنے والی اہم شخصیات سے متعلق ہے۔ان میں امام مہدی سے متصل پہلے اور بعد کے واقعات اور

ان کے انتخاب کے لیے بیعت کا تذکرہ بسط و تفصیل کے ساتھ احادیثِ مبارکہ میں منقول ہے۔ علمائے کرام حضرات حجیتِ حدیث کا قرآن وحدیث سے ثبوت اور قرآن وسنت کے متواتر اور مشہور عقائد اور دیگر ذیلی مسائل کا توخوب تذکرہ کرتے ہیں، ایسے ہی صرف صحیح احادیث سے استدلال کرنے اور حسن وضعیف کو چھوڑنے پر خوب خوب رد کرتے ہیں، مگر کتاب الفتن کی تفصیلات اور وقتی حالات کے ساتھ تطبیق کی کوشش کہیں کہیں دیکھنے کو ملتی ہے، ایسے ہی انہی حسن وضعیف روایات کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔[1]

تاہم امتِ مسلمہ میں بعض راسخین فی العلم اور تقویٰ واخلاص کے پیشواؤں نے اس بارے میں خاطر خواہ خدمات سر انجام دی ہیں، احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں وقتی حالات کے ساتھ ان احادیث کی تطبیق کا کام ماضی قریب میں چند جلیل القدر حضرات کے نام اور ان کے مختصر اقوال پیشِ خدمت ہے جن سے ہمارے لیے کتاب الفتن میں نہ صرف اجتہاد اور تطبیق کا دروازہ کھلتا ہے، بلکہ عصرِ حاضر کا قربِ قیامت سے نزدیکت اور ظہورِ مہدی کی نشانیاں پوری ہونے کی بشارتیں بھی دستیاب ہوتی ہیں۔

ا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود میں امتِ مسلمہ میں رونما ہونے والے فتنوں کا اجمالی خاکہ ذکر کرتے ہوئے

---

[1] یہ باتیں بھی سننے کو ملتی ہے کہ اکابر کا منہج یہ نہیں ہے کہ احادیث کو وقتی فتنوں سے تطبیق دی جائے، جب کہ یہ دعویٰ دلیل پر مبنی معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ ہمارے تمام اکابر کا منہج نئے فتنوں کی معاصر تطبیق اور ظہورِ مہدی کے لیے کوشش کر کے احادیث کو وقتی فتنوں پر منطبق کرنا ہے۔

ان واقعات کا اپنے دور کے ساتھ تطبیق کرتے ہیں:

"والذي يظهر لي أنها هي الفتنة التي حدثت في رمضان سنة ألف ثلاثمائة، وأربع وثلاثين" یعنی حضرت محدث رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث مبارک کا مصداق ۱۳۳۴ ہجری میں سامنے آیا ہے۔ آگے حضرت محدثؒ نے تفصیل ذکر کیا ہے کہ سلطنتِ عثمانیہ کے دور میں مکہ مکرمہ کے گورنر سید شریف حسین نے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کرکے ترکوں کے ساتھ دھوکہ کیا اور مکہ میں موجود ترکوں کو قتل کرکے انگریزوں سے عرب کی بادشاہت کا سودا کیا، مگر دس سال کے بعد اس کی حکومت جب کمزور ہوگئی، تو اس کے بیٹے علی بن الحسین کی بادشاہت پر لوگوں نے اتفاق کرکے صلح کر لیا، مگر اس صلح کی حیثیت بھی ایسی ہی رہی، جیسا کہ حدیث میں "كورك على ضلع" فرمایا، یعنی کمزور بادشاہ کو بڑی سلطنت حوالہ کیا گیا، جیسا کہ کمزور پسلی پر بھاری بھر کم بیٹھنے کی جگہ الٹا کرکے رکھنے سے زیادہ دیر تک بوجھ برداشت نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں اس فتنے کو "فتنة السراء" کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ شریفِ مکہ نے ترکوں کے خلاف انگریزوں سے "سراً" خفیہ معاہدہ کرکے سلطنتِ عثمانیہ کو مکہ مکرمہ سے نکل باہر کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔

اور اگر "فتنة السراء" سر سے ماخوذ نہ ہو، بلکہ "سرور" لیا جائے، یعنی نعمتوں اور خوشحالیوں کا فتنہ، تو اس صورت میں مراد یہ ہوگا، کہ انگریزوں کے آنے کے بعد جزیرۃ العرب میں انگریز کمپنیوں کی تیل نکالنے کی وجہ سے عربوں پر نعمتوں کا آغاز ہوا، جس کی بنیاد شریفِ مکہ کی غداری تھی۔ [دیکھئے: بذل المجہود شرح ابوداؤد، کتاب الفتن، ج۹

ص۶۸۔]

۲۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریاآبادیؒ نے احادیث الفتن کی تطبیق سے متعلق ایک خط حضرت تھانوی ؒ کی خدمت میں بھیجا تھا، جس کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے احادیث الفتن اور عصر حاضر میں ان احادیث کی تطبیق سے متعلق کچھ اصولی باتیں لکھ کر کے بھیج دیں، وہ اصول اس موضوع پر کام کرنے والوں کے پیش نظر ہوں تو مفید وبہتر ہو گا، اس کی تفصیل مولانا عبدالماجد دریاآبادی کی تالیف " حکیم الامّت نقوش وتاثرات" میں موجود ہے اور ان میں سے چند ایک اصولوں کو موضوع کی مناسبت سے یہاں ذکر کر دیا جاتا ہے:

۱۔ نصوص کا اپنے ظواہر پر محمول کیا جانا، اجماعی منقولی مسئلہ ہے اور معقولی بھی، ورنہ تمام نصوص اور تمام قوانین سے امن مرتفع ہو جاتا ہے، البتہ اگر کوئی عقلی یا نقلی صارف ہو، تو بہ ضرورت غیر ظاہر پر محمول کر لیا جائے گا، مگر صارف کا محض خیالی یا ذاتی ہونا کافی نہیں ورنہ ہر فرقہ قرآن وحدیث کا تحریف کرنے والا ایسے خیال یا ذوق کا مدعی ہو سکتا ہے، اور صوفیہ کی تاویل اس سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ وہ ان معانی کے مدلول نص ہونے کے مدعی نہیں بلکہ اصل مدلولات کو قبول کر کے ان مدلولات کے مشابہ کو بہ طور اعتبار کے ظاہر کرتے ہیں۔

۲۔ احادیث متضمنۂ خروج دجال ویاجوج وماجوج کو جو صحیحین میں بھی مذکور ہیں جو شخص خلوذہن کے ساتھ پڑھے گا، اس کے ذہن میں بے تکلف جو معانی آئیں گے وہی ان احادیث کے مشہور اور صحیح محمل ہیں۔

۳۔ ان معانی کا امتناع نہ کسی دلیل عقلی سے ثابت ہے اور نہ کسی دلیل نقلی سے، مثلاً

کسی دوسری ایسی ہی صحیح حدیث میں اس کے خلاف آیا ہو یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خروج کا کوئی زمانہ متعین فرمایا ہو اور وہ زمانہ گذر گیا ہو مگر ایسا بھی نہیں ہوا، بلکہ ایک حدیث صحیح میں تصریح ہے کہ آپ کو دجال کے متعلق یہ بھی احتمال تھا کہ شاید میرے ہی زمانہ میں ظاہر ہو جائے، تو ایسی صورت میں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز مراد لینا کیسے صحیح ہو گا۔

۴۔ اسی لیے علمائے امّت میں سے خصوصاً سلف خیر القرون میں سے کسی کو ایسے معانی کا احتمال بھی نہیں ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ وقوع سے پہلے حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔ اول تو یہ بات غلط ہے، جب حقیقت واضح ہے سمجھ میں نہ آنے کی کوئی وجہ نہیں، پھر اس میں کلام ہے کہ جس کو وقوع کہا گیا ہے، یہ وقوع ہے یا نہیں، ممکن ہے وقوع اسی طور پر ہو جیسا مدلول متبادر ہے۔

۵۔ پھر اگر ایسی ہی تاویلات کا باب مفتوح ہو تو اس کی کیا دلیل ہے کہ جو اس وقت سمجھا گیا وہی مراد ہے، ممکن ہے دوسری قوم اور دوسرے واقعات مراد ہوں، جو واقع ہو چکے ہوں، یا آئندہ واقع ہوں، اور اس حالت میں مرزا کی تاویل پر بھی حتیٰ کہ دعویٰ نبوت میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا حالاں کہ اس پر اعتراض کیا گیا ہے، اس تحریر میں اس نے بھی ایسی ہی تطبیق کی کوشش کی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ دونوں تطبیقوں میں، تعداد احادیث کی کمی و بیشی کا تفاوت ہو۔" (ص:108،106، سعید بکڈپو، وصی آباد، الٰہ آباد)

۴۔ محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بنوری ٹاؤن کی بنیاد رکھی اسی وقت سے جو دو طالب علم آپ رحمہ اللہ کے ساتھ شاگردی میں رہے ان میں

بشیر حامد حصاری رحمہ اللہ کا نام شامل ہے۔

حضرت مولانا بشیر حامد حصاری رحمہ اللہ نے کئی اہم موضوعات پر قلم اٹھایا، جن میں ظہورِ مہدی کا موضوع بطورِ خاص شامل ہے۔ امام مہدی سے متعلق حضرت نے اپنی کتاب میں ابتداء سے لے کر آخر تک ہر ہر صفحے میں ذکر کردہ اکثر احادیث کی تطبیق عصرِ حاضر کی روشنی میں کی ہے۔[2]

۵۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

"قربِ قیامت میں نکلنے والی شخصیات میں حضرتِ امام مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں احادیثِ مبارکہ کی بیان کردہ علامات اور امتِ مسلمہ میں ان کے ظہور سے پہلے وقوع پذیر حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی زمانہ ہے، احادیث میں ذکر کی ہوئی ساری نشانیاں تقریباً پوری ہو چکی ہیں، اب مجھے ہر وقت ظہورِ مہدی کا انتظار ہوتا ہے، انہی کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا، ہاں البتہ بعض احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ امام مہدی قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے (خدانخواستہ) نکل جائے گا اور امام

---

[2] اس کتاب میں مصنف نے ظہورِ مہدی سے متعلق احادیثِ مبارکہ کے بارے میں تطبیقی منہج اپنایا ہے اور اس ناچیز نے اس کتاب کے ملنے سے پہلے امام مہدی کے حوالے سے اپنی کتاب "عصر حاضر میں ظہورِ مہدی سے پہلے وقوع پذیر حالات اور ہماری ذمہ داریاں" میں جتنی تطبیقات دی ہے، تقریباً اسی طرح کی تطبیقات مصنف علیہ الرحمہ نے آج سے ۷۱ سترہ سال قبل دی تھی۔

مہدی اسے دوبارہ فتح کریں گے، لیکن اب تو قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے یا پھر ان کے ظہور کے بعد قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جنگوں میں نکل جائے گا اور آپ اسے دوبارہ فتح کریں گے۔" [دینِ اسلام ڈاٹ کام اور یوٹیوب پر یہ بیان آڈیو شکل میں عام ملتی ہے]

٦۔ تنظیمِ اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

پاکستان کا وجود اور افغانستان میں اماراتِ اسلامیہ کا قیام اس بات کی دلیل ہے کہ امام مہدی کی تائید کے لیے خراسان سے نکلنے والے لشکر انہی فوجوں کی شکل میں جائیں گی، اس کی دلیل سنن ابن ماجہ کی وہ حدیث ہے، جس میں فرمایا: کہ آخری دور میں عربوں کی جنگی طاقت کمزور ہو چکی ہو گی، مگر "موالی" یعنی بعد کے ادوار میں اسلام لانے والے لوگوں کے ہاتھوں ظہورِ مہدی کی تائید اور ان کی لشکر میں فوجی طاقت بننے والی یہی مشرقی ممالک یعنی ایران، افغانستان اور پاکستان کے افواج ہوں گے، مگر ایران پر ایک خاص رافضیت کا ٹھپہ لگا ہے، اس لیے ان کا نکلنا مشکل معلوم ہوتا ہے، لیکن حدیث میں خراسان کا لفظ آیا ہے، جو ایران کا ایک صوبہ ہے، شاید وہاں سے تائید مل جائے، مگر خراسان میں پاکستان کے بعض علاقے اور افغانستان کے اکثر پشتون علاقے شامل ہیں۔

یہیں سے امام مہدی کی فوجیں نکلیں گی۔ جب کہ سعودی عرب کا موجودہ بادشاہ شاہ فہد کے بعد شاہ عبداللہ ولی عہد ہے، شاید ان کے دور میں معرکہ کی شروعات ہوں، [3]

---

[3] ڈاکٹر اسرار صاحب ۲۰۱۱ء میں فوت ہو چکے ہیں، مگر آئندہ دور کے بارے میں احادیث کی تشریحات میں ان کی پیشن گوئی تقریباً سچی ثابت ہوئی، جب شاہ عبداللہ فوت ہوا، تو شاہی خاندان میں اختلافات کھلم

لیکن جس طرح بیت المقدس عربوں نے کھویا تھا اور صلاح الدین ایوبی جو کہ کرد نسل اور عجمی یعنی موالی میں سے تھا، انہوں نے دوبارہ فتح کرایا، ایسے ہی ان شاءاللہ اس بار بیت المقدس عربوں نے کھویا اور اسے امام مہدی کی قیادت میں نکلنے والی خراسان کی فوجیں دوبارہ فتح کریں گے، مزید حضرت نے فرمایا کہ ایک مشہور انگریز نے ۱۹۶۲ء میں پیشن گوئی کی تھی کہ عرب میں ایک جوان پیدا ہوا ہے، جو پوری دنیا پر مسلمانوں کو دوبارہ حکومت دلائے گا، مگر فرمایا: کہ مجھے ان انگریزوں کی پیشن گوئیوں سے کوئی دلچسپی نہیں، مگر آج سے کئی سال پہلے میں نے ان احادیث اور دن بدن پوری ہونے والی علامات کی وجہ سے کہا تھا کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔[4] [یوٹیوب پر "عصر حاضر میں امام مہدی کے بارے میں ڈاکٹر اسرار احمد کے تحقیقات "اس عنوان اور اس کے علاوہ امام مہدی کے بارے ڈاکٹر اسرار کی رائے پر مکمل بیانات موجود ہیں۔]

عصرِ حاضر میں علمائے کرام کی ان تحقیقات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ کے اندر بھی اللہ تعالیٰ ان کے لیے آخری دور میں اسلام کی سربلندی کے لیے امام مہدی علیہ الرضوان کی علامات سے یہ حضرات ان نشانیوں کی تکمیل جان چکے

کھلا شروع ہوئیں اور شاہ سلمان نے پہلے محمد بن نائف اور پھر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا، جب کہ ابن سلمان کے دور میں فسادات، فحاشی، عریانی اور قتل وغارت شروع ہوئی۔

4 واضح رہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ کے علاوہ اس دور میں امام مہدی کی پیدائش کی بات کئی دیگر حضرات نے بھی نقل کی ہے، تاہم اس بارے میں یقینی بات کہنا انتہائی دشوار اور نہایت مشکل ہے، مگر احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے علامات اور سعودی حکام کی جانب سے اہلِ بیت کے ساتھ بدلتے تیور نے ان حضرات کی باتوں میں کچھ نہ کچھ وزن ضرور ڈالا ہے۔

ہیں۔

فصل سوم: علامات کی حقیقت اور ظہورِ مہدی سے پہلے بیعت کے لیے تیاری

مغیبات کے حقائق سے پردہ ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے کائنات کو وجود بخشا۔ آسمان و زمین اور اس میں مخلوقات کی آسانی کے لیے ہر چیز سے پہلے بطورِ تمہید چند مقدمات اور ابتدائی علامات صادر فرمائے، تاکہ ایک طرف انسانوں اور جنات کے معاملات، عبادات اور معاشرات میں سہولت ہو اور دوسری جانب ہر کام اپنے وقت پر یکدم اچانک نہ ہو، بلکہ اس کے ظہور سے پہلے کچھ نشانیاں واقع ہونے سے ایک اندازہ اور آنے والے حالات کے لیے میزانیہ سامنے ہو۔

رحمتِ الٰہی نے اس ترتیب کو کھرے کھوٹے کی تمیز، حق و باطل میں فرق اور صادق و کاذب کو ظاہر کرنے کے لیے مقرر کیا ہے، تاکہ پہلے سے معلوم شدہ ضوابط اور طے کردہ اصول و قواعد کی روشنی میں علامات کو جان کر آگے چلنے اور موقع و محل کے مطابق شریعت پر عمل کرنے کا انداز سیکھا جائے۔

شرعی احکامات میں عام احوال کے مطابق عمومی احکامات بیان کیے گئے ہیں، جن میں ہر ذی عقل و شعور انسان اپنی خداداد فہم صادق کے بل بوتے پر حق بات کی معرفت اور خیر و ہدایت کے رستوں کو جان سکتا ہے، لیکن امتِ مسلمہ کے آخری پیغمبر کا امتی کے طور پر پیدا کرنا جہاں فضیلت کا زینہ ہیں، وہیں اس آخری رسول ﷺ کے امت پر عجیب و غریب فتنوں، متعدد امتحانات اور متنوع اجتماعی مصائب کی وجہ سے اس امت کے راہی کا چلنا، عمومی احوال کے لیے بیان شدہ احکامات پر عمل کے ساتھ ساتھ وقتی فتنوں سے بچنے کے لیے مسنون دعاؤں کا اہتمام اور نبی کریم ﷺ کے واضح فرامین کی روشنی میں امت کے لیے انفرادی اور اجتماعی لائحۂ عمل بیان کرنے کی ذمہ

داری جہاں علمائے کرام کی لگائی گئی ہیں، وہیں عوام الناس کے لیے قدم قدم پر امتِ مسلمہ کے سفینۂ نوح کے ناخداؤں سے جا جا کر ہر آن و ہر گھڑی انفرادی مسائل مثلاً غمی و خوشی کے مسنون اعمال، کاروبار و عبادات کے احکام کے ساتھ ساتھ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر وقتاً فوقتاً وقوع پذیر فتنوں کے بارے میں قرآن وحدیث کی رو سے متعلقہ مخصوص احکام سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دن بدن خراب ہونے والے احوال کے لیے بھی مسلمانوں کا رجوع صرف اور صرف قرآن وسنت کے طرف ہونا چاہیے، مگر خاص احوال کے لیے خاص نصوص اور اس سے متعلقہ احکامات کا جاننا نہایت ہی ضروری ہے، کیونکہ انسانی جسم میں واقع ہونے والی عام بیماری میں عمومی ادویہ پر اکتفا کیا جائے، تو شفاء جلد نصیب ہوتا ہے، لیکن مخصوص بیماری کے لیے متعلقہ مخصوص ڈاکٹر کی تجویز کردہ ٹیسٹ اور تشخیص کے بعد دیگر ماہرینِ امراض کے ساتھ عام طور پر مشورہ لازمی کیا جاتا ہے اور پھر ڈاکٹری ہدایات پر عمل اور ممنوع غذاؤں سے اجتناب بھی زندگی کے بچاؤ کا حصہ شمار کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی امتِ مسلمہ کی مثال ایک جسم کی مانند ہے، جس میں واقع ہونے والی بیماریوں کی تشخیص کا ٹیسٹ نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی آج سے چودہ سو انتالیس ۱۴۳۹ سال پہلے بتایا گیا تھا اور امت کی بیماریوں کے تشخیص کے لیے علامات اور ادویہ کی تجویز بھی نبی کریم ﷺ کو بھی بذریعہ وحی بتائی گئی تھی، اس کشتی کے اولین ناخداؤں نے عمومی زندگی سے متعلق احکامات پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ وقتی رونما ہونے والی فتنوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں خود بھی عمل کیا اور لوگوں کو بھی عمل کی ترغیب دی۔ ممنوعہ اعمال سے

بچنے کی تلقین فرمائی تھی، یہی طریقہ بعد میں آنے والے محدثین عظام نے بھی جاری رکھااور عمومی احکامات پر عمل کے ساتھ خصوصی فتنوں سے امت کی ڈوبتی نیّا کو بچانے کے لیے صحیح اور موضوع روایات میں فرق کر کے عظیم ذخیرہ جمع کیا۔ امت کی عمومی اور خصوصی احوال کے لیے صادر شدہ احکامات کو محفوظ کر کے آئندہ کے لیے بھی اس میں کمی بیشی سے محفوظ رہنے کے لیے سخت سے سخت اصول وضع کیے، جن کی روشنی میں بعد میں آنے والے محدثین نے صحیح اور ضعیف روایات کا فرق امت کے ساتھ واضح کیا۔

مگر پتہ نہیں موجودہ دور میں وقوع پذیر فتنوں کے علاج کے لیے ہم کیوں صرف عمومی احکامات پر عمل کر کے خصوصی نبوی ہدایات سے جان کتراتے ہیں، جب کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور فقہاء و محدثین کا عمل اس کے برعکس تھا۔ وہ عمومی احوال کے ساتھ ساتھ وقتی مخصوص فتنوں کے علاج کا حل بھی نبوی ارشادات، قرآن وحدیث کے عام اور خاص نصوص سے مستنبط کیا کرتے تھے۔

مخصوص احوال کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا عمل:

۱۔ حضرت عمرؓ نے جمع قرآن کے لیے سیدنا ابو بکرؓ کو بار بار درخواست کی اور وجہ یہ تھی کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں قراء کرام صحابہؓ کی شہادت کی وجہ سے حفاظتِ قرآن کی خاطر، تکوینی طور پر خداوندی ذمہ داری کے باوجود اسباب کے ماتحت، قرآن مجید ایک مصحف میں جمع کرنے کے لیے باقاعدہ ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی۔

۲۔ حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کے رازدار صحابی حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے باقاعدہ پوچھا کرتے تھے کہ فلاں شخص جو فوت ہوا ہے، اس شخص کے بارے نبی کریم ﷺ

نے منافق ہونے کی خبر تو نہیں دی؟ اگر حضرت حذیفہؓ ہاں میں جواب دیتے، تو پھر حضرت عمرؓ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے اور اگر مؤمن ہونے کی تصدیق کرتے، تو پھر خود جنازہ پڑھاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عمومی نصوص کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کے بعض خصوصی وقتی نصوص سے بھی سیدنا عمرؓ صحابہ کرامؓ کے مشورے کے مطابق عمل کرتے تھے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں فقہی مسائل کی تعلیم وتعلم کے لیے بعض صحابہ کرامؓ مقرر تھے، جن میں بعض حضرات صحابہؓ فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ بایں ہمہ وقتی طور پر بالخصوص فتنوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ کو بہت فکر لاحق ہوتی تھی، یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ نے جب دجال کے بارے میں سنا، تو آپؓ کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ بعد میں نبی کریم ﷺ کی تسلی اور اطمینان دلانے سے حالت برقرار رہی، جب کہ مدینہ منورہ میں یہودی قبائل میں ایک عجیب وغریب شخصیت منظر عام پر آئی، جس پر دجال ہونے کا شبہ تھا، جس کی وجہ سے کافی سارے صحابہ کرامؓ کو تشویش لاحق ہوئی، حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے اس شخص کو قتل کرنے کی اجازت مانگی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اگر یہ دجال ہو، تو اس کے مارنے کے لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، آپ کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر یہ دجال نہ ہو، تو پھر بلاوجہ محض شبہ کی بنیاد پر کسی کو کیوں قتل کیا جائے؟

اس روایت میں نبی کریم ﷺ کے سامنے جب ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کی بحث شروع ہوئی اور صحابہ کرامؓ نے دجال کے بارے میں بیان کی گئی روایت وقتی شخصیت پر تطبیق کی، تو نبی کریم ﷺ نے اس تطبیق کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ

صادر نہیں فرمایا اور نہ ہی دجال کے بارے میں روایات کی تطبیق سے روکا، بلکہ تطبیق میں تصحیح فرمائی اور شرعی حکم کی رہنمائی فرمائی۔

۴۔ ابن صیاد کے بارے میں متعدد صحابہ کرامؓ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہی دجال ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقتی فتنوں کے بارے میں تطبیق دینے میں بعض صحابہ کرامؓ کا رویہ جزم کا بھی تھا۔

۵۔ ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے لیے نبی کریم ﷺ نے خفیہ طور پر یہودیوں کے محلے میں جاکر آہستہ سے معلومات کرنی چاہی، مگر اس کی والدہ نے دیکھ کر ابن صیاد کو نیند سے جگایا۔ اس سے واضح ہوا کہ فتنوں کے معلومات کے بارے میں خود آپ ﷺ کا عمل نہایت سنجیدگی پر مبنی تھا۔

۶۔ ابن صیاد کے فتنے کا جب شور شروع ہوا، تو نبی کریم ﷺ نے معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے لیے خود جاکر ابن صیاد سے باتیں کی اور اس سے سوالات وجوابات اور دیگر امور کی پوچھ گچھ فرمائی۔

۷۔ نبی کریم ﷺ نے دجال کے ماں باپ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے ہاں تیس سال تک کوئی اولاد پیدا نہیں ہوگی، اس کے بعد ایک کانا بے فائدہ لڑکا پیدا ہوگا، جس کی آنکھیں بظاہر نیند کے لیے سوئیں گی، مگر اس کا دل نہیں سوئے گا، باپ لمبا دھڑنگا، موٹا تازہ، لمبی ناک والا ہوگا، جب کہ ماں لمبے پستانوں والی موٹی عورت ہوگی۔

اسی ترتیب کے مطابق یہودی محلے میں ایک لڑکا پیدا ہوا، تو حضرت ابو بکرہؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ اس عظیم فتنے کی تلاش اور علامات کی جانچ پڑتال کے لیے وہاں پہنچ گئے اور اس لڑکے کے باپ سے پوچھا، تو جو علامات نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی تھیں،

وہیں اس آدمی نے اپنے بیٹے کے بارے میں بیان کی، یہ حضرات تصدیق کے لیے پھر خود باہر اسے دیکھنے گئے، تو اس کو دھوپ میں انہی علامات کے مطابق سویا گنگناتا ہوا پایا۔ [سنن الترمذی، باب ماجاء فی ذکر ابن صیاد، رقم: ۲۲۴۶، ج ۴ ص ۸۶۔]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ باقاعدہ فتنوں کی معلومات کیا کرتے تھے، جیسا کہ اس بچے کے ماں باپ کی کھوج لگائی اور پھر وہاں جاکر اس لڑکے کے باپ سے ملے، اس سے حقائق کی پوچھ گچھ کی، جب کہ خود جاکر اس لڑکے سے ان خبروں کی تصدیق بھی کرائی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ دورِ نبوی ﷺ میں خود نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کو فتنوں کے بارے میں کتنا غم اور کتنی فکر تھی، یعنی صرف صوم وصلاۃ، حج وجہاد پر اکتفاء نہیں کرتے تھے، بلکہ وقتی مخصوص حالات میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور ان کی عملی تطبیق کرنے کے لیے تگ ودو میں لگے رہتے تھے۔

۸۔ایسا ہی ایک صحابی حضرت تمیم داریؓ کے ساتھ جب بحر احمر میں جساسہ کا واقعہ پیش آیا اور واپس آکر نبی کریم ﷺ کو سنایا، تو آپ ﷺ نے ان کو منبر پر بٹھایا خود اور دوسرے صحابہ کرامؓ کو سننے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا، کہ فتنوں اور در پیش واقعات کی روشنی میں احادیث الرسول کی عملی تطبیق کی کوشش ایک اہم سنتِ رسول اور حضراتِ صحابہ کرامؓ کا ایک اہم عمل رہا۔

مگر بعد کے ادوار میں اس سنت پر عمل متروک ہوتا چلا گیا، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ نے احادیث الرسول کی عملی تطبیق کے بارے میں زمانے کے حالات کی کجی سے شکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے علم کے دو برتن محفوظ کر

لیے ہیں، ایک قسم کا علم وہ احادیث ہیں، جو میں تمہیں سناتا ہوں اور اگر دوسری قسم کے برتن میں محفوظ علم میں نے سنانا شروع کیا، تو تم میری گردن کاٹ دو گے۔

فصل چہارم: علامات کی عقلی اور شرعی تناظر میں اہمیت اور ہماری تیاری

عقلی احتمالات کو دیکھتے ہوئے شرعی دلائل سے قطعِ نظر کائنات میں سب سے اہم وجود یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کی معرفت کے لیے قرآن عظیم الشان میں علامات کو بنیاد قرار دیا گیا ہے، آسمانوں اور زمینوں اور اس کے اندر اشیاء کی پیدائش انسانوں اور جنات کے لیے ذات واجب الوجود بڑی نشانی ہے۔

حدیث مبارک میں ایک اعرابی سے جب اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں پوچھا گیا، تو اس نے بے ساختہ دیہاتی لہجے میں کہا: الْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيرِ، وَآثَرُ الْأَقْدَامِ يَدُلُّ عَلَى الْمَسِيرِ، فَسَمَاءٌ ذَاتُ أَبْرَاجٍ وَأَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ، أَلَا تَدُلُّ عَلَى اللَّطِيفِ الْخَبِيرِ ترجمہ: اونٹ کی مینگنی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور زمین پر قدموں کے نشانات چلنے والے پر دلالت کرتے ہیں، ایسے ہی آسمان جو برجوں والا ہے اور زمین جو راستوں والی ہے کیا یہ نظام لطیف اور خبیر ذات، پر دلالت نہیں کرتا؟

اگر بغور دیکھا جائے، تو اس حدیث مبارک میں باری تعالیٰ کے وجود کو آسمانوں اور زمین کے علامات سے ثابت کر دیا گیا، انہی علامات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اپنے وجود میں اعضاء وجوارح اور ہدایت و گمراہی کے دو مختلف راستوں کو اپنی وجود کی دلیل بنا کر فرمایا: (أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ

کائنات کے ہر کام کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ جوڑا ہے، دن کے آنے سے پہلے دن کے ظہور کی علامات شروع ہوتی ہیں ایسی ہی ابتدائی کرنیں طلوعِ شمس سے پہلے نظر آتی ہیں، ایسی ہی رات کے اندھیرے سے پہلے سورج کا غروب ہونا اور پھر شفق

احمر وابیض کا ڈوبنا بطورِ علامت رات سے پہلے واقع ہوتا ہے، ایسے ہی گرمی سے پہلے موسمی تبدیلی اور سردی سے پہلے رفتہ رفتہ موسم کا ٹھنڈا ہونا بطورِ نشانی دنیا کے وجود کے لیے شروع سے ہی فطرت کا معمول ہے۔

اسی طرح عام طور بارش سے پہلے ٹھنڈی ہواؤں کا چلنا بطورِ علامت آنے والی برسات کا پیغام دیتی ہے، یہی معاملہ انسان کی پیدائش میں بھی دیکھا جا سکتا ہے، کہ والدہ کے جسم پر بچے کے بوجھ اور وضعِ حمل کے وقت تکلیف کی شدت اور خوف کا عالم ہوتا ہے، مگر پیدائش کے وقت اللہ تعالیٰ آسانی کا معاملہ فرما کر سہولت کا سامان مہیا کر دیتے ہیں۔

علامات کی یہی صورت حال نبی کریم ﷺ کی پیدائش اور رسالت سے پہلے جاری ہوئی کہ والدہ محترمہ کو پیدائش کے وقت شام کے محلات اور بعثت سے پہلے بادلوں کا آپ ﷺ کے سر مبارک کے اوپر سایہ فگن ہو جانا، پتھروں اور درختوں کا سلام کرنا وغیرہ کئی علامات "ارہاصات" کے طور پر صادر ہوئے ہیں۔

اسی طرح اسباب کی اس دنیا میں علامات کے طور پر نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نسل سے آنے والی ایک شخصیت کے بارے میں پیشن گوئی کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے جہاں اس کے نام ونسب، گاؤں، علاقہ، جسمانی ساخت، اخلاق اور رویہ ذکر فرمایا، وہیں نبی کریم ﷺ نے ان کے آنے سے پہلے کئی علامات احادیث مبارکہ میں ہمیں آسانی اور ترغیب کے لیے بیان فرمائی، تاکہ عبرت پکڑنے والے اور ساتھ دینے والوں کو پہچاننے میں مشکلات کا سامنا نہ ہو۔

ظہورِ مہدی سے پہلے حالات کی تیاری اور اسباب کی فراہمی کا عقلی اور شرعی تناظر میں مطالعہ:

دنیوی ہو یا اخروی، ہر بڑی خبر کے لیے عام طور پر پہلے سے نفسیاتی تیاری شرعی اور عقلی تناظر میں ضروری سمجھی جاتی ہے، تاکہ اچانک آنے والی خوشی یا برے حالات میں نقصان شدت کی طرف نہ چلے جائیں، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے "اچانک آنے والی مصیبتوں اور تیاری سے قبل والی موت سے پناہ مانگی ہے۔

جب کہ نفسیاتی تیاری سے پہلے صادر ہونے والے فیصلے عوامی طور پر قبولیت نہیں پاتے، اس لیے کسی بھی فیصلے کے اجراء سے پہلے عام حکام ان کے لیے ساز گار ماحول کی فراہمی کو ضروری خیال کرتے ہیں، جس کے لیے بسا اوقات پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے رائے عامہ کو ہموار کیا جاتا ہے۔ بڑے دانشوروں کے مضامین اور مختلف سمینارز کے طور پر اہل علم کو قائل کرنے اور اہم ممبرانِ اسمبلی کی تائید حاصل کرنے کے بعد کوئی اہم فیصلہ سنایا جاتا ہے، اس طریقے سے یہ حکم مؤثر بھی ہوتا ہے اور دیرپا اثرات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو مقبولیت بھی جلد حاصل ہو جاتی ہے۔

اس کے مقابلے میں جلد بازی اور مذکورہ بالا تمہیدات کے بغیر صادر ہونے والے فیصلے اکثر مفید ہونے کے بعد اچھنبے اور نقصان دہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس طرح کی صورتِ حال کا ہم میں اکثر لوگ بارہا ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مشاہدہ کرتے ہیں۔

ا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تخلیق کا ارادہ فرمایا، تو فرشتوں کو سیدنا آدم علیہ السلام کی ادب کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دینے سے پہلے ان کی نفسیاتی تیاری کی گئی، سب سے

پہلے بے نیاز اور شہنشاہ مطلق ذات نے فرشتوں کے سامنے تخلیق آدم کا قضیہ بطورِ مشورہ پیش کر کے فرمایا:وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

اس آیت مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں فرشتوں کو خبر دے کر ان کا عندیہ معلوم کیا گیا اور جب انہوں نے اپنی فوقیت اور برتری تسبیح اور تحمید و تقدیس کرنے کی وجہ سے ظاہر کر دی، تو اللہ تعالیٰ نے مختلف اشیاء کے نام کے حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کے سامنے رکھ دیئے۔ دونوں سے سوال کرنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام جواب دینے میں کامیاب ہوئے اور فرشتوں نے جواب سے عاجز ہو کر اپنی کمزوری اور آدم علیہ السلام کی علمی برتری کو تسلیم کر لیا۔ان اسباب کی تیاری کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کا حکم دیا۔

غور کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ ذرہ برابر گناہ نہ کرنے والی مخلوق کو انسان کی تخلیق اور پھر امتحان سے پہلے آدم علیہ السلام اور فرشتوں کی تیاری اور آخر میں بطورِ نتیجہ سجدہ کا حکم سنانا۔ یہ سب ہمیں اس بات کی طرف اشارہ دیتا ہے کہ جب فرشتوں کی فطرت میں صرف اطاعت اور ماننا ہے، ان کے ساتھ یہ انداز اپنانا، اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسانوں کو عالم اسباب میں ہونے کی وجہ سے یہ زیادہ ضروری ٹھہرا کہ انہیں بھی کسی کام سے پہلے بطورِ سبب نظر آنے والے رستے سے سمجھایا جائے۔

۲۔ایسے ہی نبی کریم ﷺ کی بعثت سے ہزاروں سال سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے لیے دعا فرمائی گئی، پھر مکہ مکرمہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھیجا گیا اور آگے ان کی نسل سے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا، جب کہ

تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اتنی کثرت سے آپ ﷺ کی تعریف اور متعلقہ صفات بیان کی گئی کہ انہیں دیکھ دیکھ کر یہودیوں نے آپ ﷺ کے شہرِ ہجرت یعنی مدینہ کو بھی پہچان کر وہاں ڈھیرے ڈال دیئے اور ملکِ شام چھوڑ دیا، جب کہ آپ ﷺ کی معرفت یہودیوں کے سامنے اتنی ممتاز تھی کہ اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ نبی کریم ﷺ کو پہنچانتے تھے، جیسا سورۃ البقرۃ میں جابجا منقول ہے، جب کہ انجیل میں عیسائیوں کے لیے آپ ﷺ کے نام تک کی بھی وضاحت موجود تھی۔

اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی علامات اور متعلقہ مثالیں بھی تورات اور انجیل میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں تھیں، جیسا کہ سورۃ الفتح میں اس کی وضاحت موجود ہے، تاکہ ماننے والے جان کر علم کی روشنی میں عمل کی تیاری کر کے ترغیب پائیں۔

جب ملائکہ، انبیائے کرام اور صحابہ کرام کے لیے علامات کا بیان کرنا اہمیت کا حامل ہے، تو پھر دوسرے انسانوں کے لیے اس کی اہمیت اور زیادہ شدید ہوتی ہے۔

اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کو برسوں تک بغیر موسم کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے میوے اور مختلف انعامات شاید اس لیے دیئے گئے، تاکہ جب بغیر باپ کے بیٹا دیا جائے، تو اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمت جاننا آسان ہو، چنانچہ فرمایا: (كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَامَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ) اس کے بعد بطورِ توطیہ وتمہید حضرت زکریا علیہ السلام کو سیدہ مریم علیہا السلام کے سامنے بڑھاپے میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کی نعمت سے نوازنے کی بشارت ملی، تو مریم علیہا السلام کو بغیر موسم کے پھلوں کا ملنا انسانی فطرت کی وجہ سے اسباب کے طور پر بڑھاپے میں بچے کا نہ ملنے کا عام سوال حضرت

زکریا علی نبینا علیہ السلام نے بھی دہرایا: (قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ)،ایسے جب بغیر موسم کے میوؤں اور حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے میں بیٹا دینے پر برسوں گزر چکے تھے، تو سیدنا مریم علیہ السلام کو سیدنا عیسی علیہ السلام کی بشارت دے دی گئی، تو فطری ذہول کے سبب فرمایا(قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ)

جب تمہیدی تربیت کے بعد انسانوں میں سے افضل طبقہ یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات انسانی فطرت کی وجہ سے اسباب کے نظام کی طرف دیکھتے ہیں، تو پھر دوسرے لوگوں کا معاملہ بھی اس وقت درست ہوگا، جب کہ تمہیدی تربیت کے ساتھ ساتھ مختلف واضح علامات اور ظاہری اسباب بھی ان کے سامنے بیان کئے جائیں۔

ایسے ہی نبی کریم ﷺ کو بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ کے مختلف پتھر سلام کیا کرتے تھے اور بعثت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان پتھروں کو اب بھی جانتا ہوں، مگر بشری کمزوری کا تقاضا تھا کہ جب جبرئیل امین علیہ السلام وحی لے کر آئے، تو واپسی پر حضرت خدیجہؓ کو فرمایا:لقد خشيت على نفسي یعنی مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔

انبیائے کرام کو بعثت سے پہلے اسباب کے طور پر چند علامات واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہیں، مگر انسانی ضعف کا تقاضا تھا کہ معصوم ہونے کے باوجود گناہ سے کم تر ہچکچاہٹ کا سامنا کرنا پڑا، جب کہ ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ کو وحی کی سختی اور بعد میں وحی کی بندش کی وجہ سے پہاڑ سے گرنے کا اندیشہ بھی ہوتا تھا، اسی تناظر میں اگر بعثت

سے پہلے علامات اور تیاری نہ ہوتی، تو کیا معاملہ ہوتا!

ایسے ہی تحویل قبلہ کا معاملہ آیا، تو سب سے پہلے نسخ کی حقیقت اور اس سے متعلقہ مباحث کی وضاحت کی گئی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا کعبہ کی تعمیر کا قصہ بیان فرمایا گیا، پھر آپ ﷺ کا بار بار آسمان کی طرف کعبہ کی یاد میں دیکھنے کا انداز ذکر کیا گیا، ان سب تمہیدات کے بعد تحویلِ قبلہ کا حکم بیان ہوا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی دنیا سے رحلت کا معاملہ صحابہ کرام کے لیے قابل برداشت نہ تھا، اس لیے سب سے پہلے سیدہ فاطمہؓ کو فرمایا کہ جبرئیل امین عام طور پر ہر سال میں ایک مرتبہ قرآن سنانے آتے ہیں، مگر اس سال دو مرتبہ قرآن سنانے تشریف لائے، لہذا میرے نہ ہونے کے بعد صبر کرو۔

ایسے ہی صحابہ کرامؓ کے لیے تیاری کے طور پر حجۃ الوداع میں فرمایا: شاید اس سال کے حج کے بعد میں تم سے نہ ملوں۔ ایک اور روایت میں فرمایا: قیامت سے پہلے چھ علامات ہوں گی ان میں سے پہلی میری موت ہے۔ اور حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا کہ شاید واپسی پر تم آؤ اور میری مسجد اور قبر پر تمہارا گزر ہو۔

ایک مجلس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے فرمایا: بندے کو دنیا کی نعمتوں اور آخرت کے بارے میں اختیار دیا گیا، تو بندے نے آخرت کی نعمتوں کو منتخب کیا، مگر جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی، تو آپ ﷺ کی وفات نے حضرت عثمانؓ کو گم صم کر دیا اور حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کی موت کا انکار کر دیا۔

باوجود تمہیدات اور علامات کے حضرات صحابہ کرامؓ سے محبتِ رسول میں ان گذشتہ واضح علامات کا ذہول ہو گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑے امور سے پہلے بطورِ تمہید

چند نشانیوں کا بھیجنا لازمی ہوتی ہیں۔

علامات قیامت اور تیاری کا الٰہی انداز:

قیامت کے علامات دین کے مراتب میں سے ایک بڑا مرتبہ کہلاتا ہے، جس طرح حدیث جبرئیل میں "مرتبۂ اسلام"، "مرتبۂ ایمان"، "مرتبۂ احسان" کو بیان کیا گیا، ایسی ہی دین کے چوتھے مرتبے یعنی "علامات قیامت" کو بھی "ان تلد الامہ ربتہا، وان تری الحفاۃ العراۃ العالتزعا الشاء یتطاولون فی البنیان" سے ارشاد فرمایا، دین کے چوتھے رکن امارات الساعۃ کو بھی دینِ اسلام کے بنیادی اصول میں ذکر کر دیا گیا۔

ایسے ہی مغیبات کا علم اور اس سے متعلقہ امور کی وضاحت بھی نبی کریم ﷺ کی فرائضِ منصبی میں سے بیان کی گئی، چنانچہ فرمایا: (كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ)[سورۃ البقرۃ: ۱۵۱] اس آیتِ مبارکہ میں پیغمبر ﷺ کی ذمہ داری "تلاوتِ قرآن"، "تزکیۂ نفس"، "تعلیم کتب اور تعلیم حکمت" کے ساتھ ساتھ چوتھا بنیادی مسئلہ "مغیبات سے متعلقہ نامعلوم امور کا علم" ہے، جب کہ نبی کریم ﷺ کا اپنی امت پر شفقت اور ان مغیبات کا علم بیان کرنے میں حریص ہونا واضح معاملہ ہے۔

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمرؓ کو اپنی رحلت کے بعد تہہ بہ تہہ آنے والے فتنوں کے سامنے بنیادی بند قرار دیا، چنانچہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی موت امتِ مسلمہ پر آنے والے فتنوں کے لیے عظیم دروازہ تھا، جو ان کی حیات کی وجہ سے بند تھا، جب آپؓ کی وفات ہوئی، تو وہ دروازہ کھل گیا۔

ایسے ہی سیدنا عثمانؓ کو فرمایا: اے عثمان! شاید میرے بعد تجھے ایک قمیص پہنائی جائے اگر لوگ اس کو تم سے اتارنا چاہے، تو اسے مت اتارو ، یہ جملہ آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا۔ ایسے ہی عثمانؓ کو اس مصیبت پر صبر کے بدلے جنت کی خوشخبری سنائی۔

اسی طرح کی روایات حضرت علیؓ اور خوارج کی لڑائی کے بارے میں ارشاد فرمائی، جس میں بالضبط دشمنانِ علیؓ کی نشانیاں اور متعلقہ علامات ذکر کی گئیں، جب کہ حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا کہ میرے اس بیٹے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس امت کے دو عظیم جماعتوں کو صلح عنایت فرمائیں گے۔ شاید انہی ارشادات کے علم کی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ سے علم کے دو برتن ملے ہیں، ایک برتن کے علم کو تو میں نے تم میں عام کرکے پھیلا دیا، جب کہ دوسرے برتن کو اگر میں خرچ کرو، تو تم لوگ میرے گلے کو کاٹ دوگے۔ شاید اسی مغیبات کے علم کی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے اے اللہ! مجھے ساٹھویں ۶۰ھ میں مت چھوڑ، اور فرماتے: اے اللہ مجھے بچوں کی امارت اور بادشاہت کے دور سے بچا۔

آپؓ کی وفات حضرت حسینؓ کی شہادت اور یزید کی تولیت اور کعبہ کے جلانے سے پہلے ہوئی، جب کہ یہ واقعات ۶۰ ہجری کو وقوع پذیر ہوئیں۔

اسی وجہ سے علاماتِ قیامت میں وقوع پذیر حادثات اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ان کی پہچان کے لیے علامات بیان کی گئیں، تاکہ ان کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو تیار کیا جائے۔

یہی طرزِ عمل آج کل سیاسی طور پر کسی حکم کے نفاذ سے پہلے عمل میں لایا جاتا ہے اور

مختلف چینلوں پر ملکی اور عالمی دانشوروں کے ذریعے رائے عامہ کی ہمواری کو تیار کیا جاتا ہے، جب کہ کالم نگاروں اور مختلف رسائل میں اس کے مثبت اور منفی پہلو کو اجاگر کرنے کے بعد باقاعدہ اس کی تنفیذ کا عمل ہوتا ہے۔

صحابہ کرامؓ میں سے عمومی احکامات سے تقریباً اکثر حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین واقف تھے، مگر بعض خصوصی مسائل میں چند ایک کے نام زیادہ مہارت میں شمار ہوتے ہیں، مثلاً فقہ میں خلفائے راشدین، معاذ بن جبلؓ، عائشہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سرفہرست تھے، سیاست و قضاء میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آگے تھے اور مغیبات، علاماتِ قیامت اور فتنوں سے متعلقہ امور میں حضرت حذیفہؓ کی شان سارے صحابہ کرامؓ سے آگے تھی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ قربِ قیامت میں وقوع پذیر فتنے گائے کی طرح کثرت سے سامنے آئیں گے جس میں اکثر لوگ ہلاک ہوں گے، مگر صرف وہی لوگ بچ جائیں گے جنہیں پہلے سے علم ہوگا۔

ایک روایت میں فتنوں کی کثرت کے بارے میں فرمایا کہ بڑے خطرناک معاملات دیکھو گے جن کی وجہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرو گے کہ کیا اس بارے میں ہمیں نبی کریم ﷺ نے کچھ بتایا ہے اور ان فتنوں کی کثرت اور سختی کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے۔

چونکہ قیامت کے واقعات اور اس سے پہلے خطرناک صورتِ حال کی وجہ سے بہت سے سرکش اور ظالم بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے جائیں گے اس وجہ سے علاماتِ قیامت کے پہچاننے کے لیے نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو اتنی کثرت سے مختلف مواقع پر تعلیم دی تھی کہ صحابہ کرامؓ میں حالات کے جانچنے کی معرفت مکمل

طور پر واضح ہو چکی تھی، یہی وجہ ہے حضرت ابوہریرہؓ نے ساٹھ ہجری سے پہلے اپنی موت کی دعا فرمائی تھی، مگر حالات کی نزاکت اور فتنوں سے متعلق ذہن سازی نہ ہونے کی وجہ سے حضراتِ صحابہ کرامؓ ان احادیثِ مبارکہ کا ذکر بعض اہم اور خصوصی مواقع میں فرماتے تھے، یہی طریقہ حضراتِ تابعین نے بھی اپنایا جس کی وجہ سے ان بعض مخصوص احادیث الفتن سے متعلق روایات کے رجال کم منقول ہوتے گئے، جس کی وجہ بعض احادیث الفتن کی سندوں میں دیگر احادیث الاَحکام کے مقابلے میں کچھ ضعف آیا ہے۔

مگر فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے ان کے زمان ومکان اور شخصیات وغیرہ کا تذکرہ احادیثِ مبارکہ میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے، علاماتِ قیامت میں سے ایک نشانی ظہورِ مہدی بھی ہے جس کے آنے سے پہلے وقوع پذیر حالات اور رونما ہونے والے ارہاصات کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں دیکھا جائے، تو عصرِ حاضر کے حالات کے تناظر میں عرب ممالک میں تیزی سے انقلاب پذیر تجارتی، اقتصادی اور بدامنی کے بدترین صورتِ حال میں قربِ قیامت کے خدوخال دکھائی دے رہے ہیں۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کے صفات، ان کے ظہور کا وقت اور جگہ پہچان لیں، تاکہ حق راستے کی پیروی کر کے پہلے سے تیاری کرلیں اور حق کے مددگار بن کر امام مہدی کے انصار میں شامل ہونے کا شرف حاصل کرلیں۔

جب کہ ضلالت اور گمراہی کے ترویج کرنے والے داعیوں کو جان کر امام مہدی کے دور میں آنے والے مسیحِ دجال کے فتنے سے نجات پائیں۔

فصل پنجم: امت مسلمہ کے حکومت کا انداز نبی کریم ﷺ کی زبانی:

ایک حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ نے امتِ مسلمہ کے سیاسی حالات اور متغیر صورتِ حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے بعد خلافتِ راشدہ اور پھر موروثی حکومتوں کا تذکرہ فرمایا، یعنی جن میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل تو ہوگا اور اسلامی حکومت باقی رہے گی، مگر انتخابِ حکومت کا طریقہ قرآن وسنت کے شورائی انداز سے مختلف یکسر جدا ہوگی، اس کے بعد جبری ریاستیں شروع ہوں گی، اس کے بعدہ خلافتِ راشدہ والا دور واپس آئے گا۔ [مسند أحمد، مسند الکوفیین، رقم: ۱۸۴۰۶، ج۳۰ص۳۵۵۔]

جب کہ دیگر صحابہؓ کرام کی کئی روایات میں مختلف الفاظ کے ساتھ اس ملکِ جبری والے دور کی مختلف علامات ذکر کیے گیے ہیں، جن میں چند یہ ہیں:

۱۔ اس دور میں حکومت و بادشاہت کا حصول نہ تو خلافت کے انداز پر ہوگا اور نہ ہی موروثی طریقہ پر، بلکہ اس زمانے میں حکومت کا لینا ظلم وجبر، قہر اور زبردستی کے ساتھ ہوگا، جس میں بادشاہوں کا انداز گذشتہ حکومتوں سے برعکس محض تکبر، گھمنڈ اور زمین میں فساد پھیلانے کے ساتھ مخصوص ہوگا، جس میں علمائے کرام کی طرف عدمِ التفات اور غیر مستحق و نااہل لوگوں کو حکومت کی سپردگی شامل ہوگی۔ [مرقاۃ المفاتیح، باب التحذیر من الفتن، ج۸ص۳۳۴۷۔]

۲۔ ریشم کے استعمال کو حلال سمجھیں گے، زنا اور شراب کا پینا عام اور حصولِ رزق کا طریقہ یہی ہوگا۔ [وكائنا عتوة وجبرية وفسادا في الأمة، يستحلون الفروج والخمور والحرير

وينصرون على ذلك ويرزقون أبدا۔السنن الکبریٰ، رقم: ۱۶۶۳۰، ج۸ص ۲۷۵۔]

۳۔واضح رہے ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی ایک روایت میں ملک عاض یعنی موروثی حکومتوں کو بھی نبوت اور خلافت کی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصہ قرار دیا ہے، لیکن اس دور کے بعد "ملکِ جبری" میں حکومت کا انداز ایسا ہو گا جیسا کہ کسی تیز چھری سے بالوں کو کاٹا جاتا ہے، جس میں کسی نیک آدمی کی رعایت نہیں ہو گی، کھلے عام ہاتھ پاؤں کا کاٹنا، مال کا لینا اور قتل کرنا معمول کا کام ہو گا۔[5]

۴۔حضرت عمر بن الخطابؓ کی ایک حدیث میں فرمایا کہ اس دور میں عام لوگ اور بادشاہ ایک دوسرے کو اسی طرح کاٹیں گے، جس طرح گدھے ایک دوسرے پر حملے کر کے کاٹتے ہیں۔[6]

۵۔کعب احبارؒ کی ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اس دور میں رہنے والوں کے لیے زمین کا اندر یعنی پیٹ باہر سے بہتر ہے۔[7]

۶۔حضرت ابن عباسؓ کے ایک روایت میں اس ملک جبری دور میں جہاد فی سبیل اللہ کو ایک اہم فریضہ کہا گیا ہے۔[8]

---

[5] ثم جبروت صلعاء ليس لأحد فيها متعلق، تضرب فيها الرقاب، وتقطع فيها الأيدي والأرجل، وتؤخذ فيها الأموال الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۲۳۳، ج۱ص۹۸۔

[6] ثم جبروتا صلعاء، يتكادمون عليها تكادم الحمير الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۲۳۶، ج۱ص۹۹۔

[7] الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۲۳۷، ج۱ص۹۹۔

[8] المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۱۱۱۳۸، ج۱۱ص۸۸۔

نبی کریم ﷺ کی یہ روایت ہمارے لیے موجودہ دور میں جہاں عبرت کا سامان ہیں، وہیں بطورِ نقشہ اس زمانے کی حیثیت کو بھی متعین کرتا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس روایت میں امید کی ایک کرن بھی جھلک رہی ہے کہ اس ملک جبریہ کے بعد دوبارہ خلافت راشدہ کا دور واپس آئے گا۔

چونکہ دنیا دارالاسباب ہے اور یہاں ہر کام سبب کے تحت ہوتا ہے، اس لیے ہم ملکِ جبریہ سے نکلنے کے بارے میں علامات، نبی کریم ﷺ کے روایات میں تلاش کرتے ہیں، کیونکہ زندگی کے ہر موڑ پر مصائب ومسائل میں اہم مرجع کتاب وسنت ہے، لیکن عمومی احکامات کے ساتھ ساتھ ہر دور کے مطابق مخصوص نصوص کا جاننا اور اس زمانے کے بارے میں بیان شدہ علامات کے طور پر پہچاننا ہماری اہم ذمہ داری ہے۔

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں عصرِ حاضر کی علامات:

۲۰۱۱ء کے بعد عالمِ عرب میں وقوعِ پذیر حالات اور یکے بعد دیگرے ان ممالک میں ظالم وجابر حکمرانوں کی اچانک اختتام پذیر بادشاہتیں، ذلت آمیز موت، یقیناً اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے پیغمبر ﷺ کی بیان کی گئی پیشن گوئیوں کی تکمیل دکھائی دے رہی ہے، جب کہ ان حادثات میں امیر ترین ممالک کا سطحِ غربت سے نیچے زندگی گرنے پر مجبور ہونا، عالمی اقتصادی حالات میں یکدم بھونچال کی کیفیت پیش آنا، مضبوط بادشاہتوں کے مالک لوگوں کا اپنی کمزور عوام کے ہاتھوں بر سرِ عام مار کھا کھا کر زندگی کی بھیک مانگنا، کیا ہمیں یہ پیغام نہیں دے رہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے عمومی ارشادات پر عمل کے ساتھ ساتھ خصوصی فرامین اور وقتی حالات پر ان خصوصی ارشادات کی تطبیق میں کوشش کرے، اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے

ہوئے عوام کے سامنے موجودہ حالات میں مخصوص ہدایات دے کر ان کی رہنمائی کریں۔

ا۔ کیا ماضی قریب میں عرب و عجم کے ظالم حکمرانوں کا قرآن وسنت کا نظام مانگنے والے علمائے کرام اور اللہ تعالٰی کے فرمان بردار عوام کو قتل اور قید وبند کی مختلف مصیبتوں کا شکار کرنا بھی اسی سے متعلق ہے۔

۲۔ اطاعتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ حکامِ وقت کی ظاہری اطاعت کرنے والے اور دل و جان سے ان حکام سے بیزاری برتنے والے علماء کرام اور عوام کو جینے کا موقع نہ دیا جاتا۔

یہی صورتِ حال حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر کی گئی کہ آپ ﷺ نے ظہورِ مہدی سے پہلے کے حالات کے بارے حکام کا اپنے عوام کے ساتھ یہی رویہ اپنانے کا تذکرہ فرمایا، مزید یہ کہ ان حالات سے نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ انہی کمزور عوام کے ہاتھوں اپنے حاکموں کی ذلت آمیز موت اور ایک دوسرے کے ساتھ مشت و گریبان ہوتے ہوئے امن وامان کی فقدان اور عالمی حالات کی خرابی میں امام مہدی کا ظہور فرمائیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے ملکِ جبریہ سے نکلنے کے بارے میں فرمایا:

ا۔ روایت میں نبی کریم ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو "ملوک جبابرۃ" کے ظلم وجبر کی حالات بتائی کہ وہ کس طرح نیک لوگوں پر ظلم وجبر کریں گے اور انہیں مار پیٹ، قتل اور قید وبند کی سزاؤں سے ڈراتے دھمکاتے رہیں گے، مگر جو لوگ ان کی اطاعت ظاہراً کرینگے، تو انہیں کچھ نہیں کرینگے، اس دور میں متقی مومن بظاہر زبان سے

اطاعت کا معاملہ جاری رکھے گا، لیکن اس کا دل ایمان، اطاعتِ الٰہی اور ظلم و جبر کے خلاف قائم رہے گا۔

۲۔اس روایت کے دوسرے حصے میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ دوبارہ دفعہ اسلام کو غلبہ دینا چاہیں گے اور امت کے فساد کو اصلاحی صورت میں تبدیل کرنے کا ارادہ فرمائیں گے، تو اس وقت کے ظالم اور جابر بادشاہوں کو ختم کر دیں گے۔

۳۔اس کے بعد فرمایا: اے حذیفہ! اگر دنیا کی بقاء میں ایک دن بھی باقی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کو لمبا کر کے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو حکومت کے لیے لائے گا، جس کے ہاتھ عالمی جنگیں لڑی جائیں گی اور اس دور میں اسلام غالب ہو گا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ [صفۃ المہدی لأبی نعیم الاصفہانی، رقم الحدیث: ۲۸، ص۱۹۔]

موجودہ حالات اور امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کی علامات:

ما قبل روایات سے معلوم ہوا کہ امام مہدی کے ظہور کی سب سے بڑی علامت یہی ہو گی کہ دنیا پر اسلامی خلافت کا دور ختم ہو کر ظلم و جبر کی حکومت کا دور آئے گا، جس میں شراب، زنا اور ریشمی کپڑوں کو حلال سمجھ کر کھلم کھلا اس کو عام طور پر استعمال کریں گے، جب کہ اس دور کے بادشاہ علمائے کرام سے متنفر اور دین سے کوسوں دور ہوں گے۔

دوسری بڑی علامت یہ بیان کی گئی کہ اس دور میں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندوں پر ظلم و جور کا دور دورہ ہو گا ہر طرف سے نیک عمل مسلمانوں کی کسمپرسی ہو گی، قید و بند کی مشقتیں برداشت کرنی ہو گی یا پھر حکام کی موافقت کرنی ہو گی۔

تیسری بڑی علامت یہ ذکر ہوئی کہ اس دور کا خاتمہ اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں کے اختتام سے کریں گے اور ظالم وجابر حکمرانوں کا یہ خاتمہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حالت سنورنے اوران کی کسمپرسی کو دور کرنے کاارادہ کرلیاہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہل بیت میں سے ایک آدمی حکومت قائم کرے گا۔ اس کی سرکردگی میں عالمی جنگیں لڑی جائیں گی، جن میں اللہ تعالیٰ انہیں فتح سے نوازیں گے۔

موجودہ دور میں اگر دیکھا جائے تو نبوت، خلافتِ راشدہ، بنوامیہ، بنوعباس، سلاطین ہند اور سلطنتِ عثمانیہ اپنی اختتام کو پہنچ چکی ہیں اور اس کے بعد جبری بادشاہتیں قائم ہوئی جن میں شراب، زنااور دیگر کئی خرابیاں موجود ہیں، جب کہ بادشاہوں نے ظلم وجبر کی ایک نئی تاریخ رقم کردی ہے۔

مگر ۲۰۱۱ء کے عرب انقلاب نے جابر وظالم عرب حکمرانوں سے مصر، تیونس، یمن، عراق اور شام کی حکومتوں صاف کرنے کا عمل شروع کیا، لیکن شام کی جنگ میں شدت مزید تیزی اختیار کرگئی، تاہم ایک روایت میں فرمایا کہ شام کے فسادات کااثر جزیرۃالعرب تک پہنچے گا۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ آج ہم شام کے خراب صورتِ حال اور عالمِ عرب کے بدلتی ہواؤں کے طور پر دیکھ رہے ہیں، جب کہ امت مسلمہ کے سیاسی منظر نامے کے بارے میں آپ ﷺ کی روایت میں اس امت کے آخری دور یعنی "الحکم الجبری" کے طویل عرصہ سے نکلنے اور خلافت علی منہاج النبوۃ کے دہلیز پر آج مسلمان کھڑی دکھائی دے رہی ہے۔

باب دوم: ظہورِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں عوام کی بیعت

فصل اول: ظہورِ مہدی اور ضعیف روایات سے استدلال نہ کرنے کے نقصانات کا جائزہ

فصل دوم: امام مہدی کی بیعت میں علامات کی اہمیت سیرت نبویہ کے تناظر میں

فصل سوم: ظہورِ مہدی کے وقت حجاز میں سیاسی کشمکش اور حکومتی رسہ کشی کے تناؤ کا منظر نامہ

فصل چہارم: ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کی نصرت کے لیے علمائے کرام کا بیعت لینا اور اس کی اہمیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

فصل اول: ظہورِ مہدی اور ضعیف روایات سے استدلال نہ کرنے کے نقصانات کا جائزہ:

ان حالات میں امام مہدی علیہ الرضوان کا تعارف اور اس بارے میں صحیح، حسن اور ضعیف روایات کی روشنی میں تفصیلی علامات معلوم کرنا ہر مسلمان کی اہم ذمہ داری ہے۔

چونکہ امام مہدی کا ظہور متواتر احادیث سے ثابت ہیں، اس وجہ سے عام طور پر ظہورِ مہدی کا انکار نہیں کیا جاتا، لیکن اگر کہیں اس کا انکار کیا بھی جائے، تو اہلِ علم دلائل کی روشنی میں روایات سے ان نظریات کو باطل کر دیتے ہیں، مگر امام مہدی کی سیرت اور اس سے متعلقہ تفصیلی مباحث کو جاننا دیگر عبادات اور معاملات کی طرح صرف صحیح احادیث پر موقوف کرنا درست نہیں، کیونکہ ہم عبادات، مناکحات اور معاملات وغیرہ کے تفاصیل میں اکثر بیشتر ضعیف اور حسن روایات کو بھی ماننے سے دریغ نہیں کرتے، مگر مہدی کے بارے میں ضعیف روایات سے کنارہ کشی کی جاتی ہے، جس کے بہت سے نقصانات گذشتہ دہائیوں میں دیکھے جا چکے ہیں، جن میں جہیمان[9] کا واقعہ زیادہ معروف ہیں کہ انہوں نے ضعیف احادیث پر عمل نہیں کیا، جن میں یمن کے بیس سالہ جوان کا ظہورِ مہدی سے پہلے مکہ مکرمہ میں مہدویت کا دعویٰ کر کے اعلان کرنا اور پھر قتل ہو جانا مذکور ہے، مگر اس روایت پر عمل اس وجہ سے نہیں کیا گیا،

---

[9] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: مفتی ثناءاللہ کی کتاب "احادیث مبارکہ کی روشنی ظہورِ مہدی سے پہلے وقوع پذیر حالات اور ہماری ذمہ داریاں، ص۱۰۷۔

کیونکہ سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف تھا، اس لیے دو ہفتے بیت اللہ شریف میں گولیاں چلتی رہی، نماز اور دیگر عبادات بند تھے اور اس کے بعد سے افغانستان اور پھر عراق وایران جنگ، عراق کویت جنگ، عراق پر چڑھائی اور پھر شام کے فسادات شروع ہوئیں اور اب تین سال سے زیادہ عرصہ یمن کے جنگ کو پورا ہو رہا ہے مگر حالات ٹھیک ہونے کا نام نہیں لے رہے، یہی بات احادیثِ مبارکہ میں مذکور تھی کہ بیت اللہ میں ایک آدمی آئے گا اور بیت اللہ کے لوگ ہی اس گھر کا تقدس پامال کریں گے، جس کی وجہ سے مسلمانوں پر عظیم جنگیں مسلط کی جائیں گی۔[10]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیعت والی حدیث مبارک کا حکم:

یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی موقوف روایت ہے، جس کی سند نبی کریم ﷺ تک نہیں پہنچی ہے، مگر اس حدیث مبارک میں مغیبات سے متعلق امور کا بیان ہے، اس لیے یہ موقوف حدیث "مرفوع" کے حکم میں ہے، کیونکہ بظاہر یہ باتیں صرف وحی سے ہی معلوم ہو سکتی ہے، لہذا اس کا حکم بھی دیگر مرفوع احادیث کی طرح ہوگا۔

مزید یہ کہ یہ روایت ظہورِ مہدی سے متعلق دیگر صحیح احادیث سے ثابت شدہ امور کے ساتھ معارض نہیں ہے، اگرچہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، مگر محدثین کے نزدیک حدیث اگر موضوع، منکر یا شدید ضعیف نہ ہو اور نہ ہی دیگر صحیح احادیث کے مخالف ہو اور کسی ثابت شدہ اصل کے تحت داخل ہو، تو یہ حدیثِ ضعیف فضائل

---

10 يبايع لرجل ما بين الركن والمقام، ولن يستحل البيت إلا أهله، فإذا استحلوه فلا تسأل عن هلكة العرب۔ اسنادہ صحیح: مسند احمد، رقم: ۷۹۱۱، ج۱۳ص۲۹۰۔

اعمال اور دیگر متعلقہ ابواب میں چل سکتا ہے، ہاں البتہ عقائد، حلال وحرام اور قطعی امور کے بارے میں صرف حدیثِ صحیح سے ہی استدلال کیا جائے گا۔[11]

چونکہ یہ حدیث بھی آخری دور میں قیامِ خلافت کی فضیلت حاصل کرنے والے علمائے کرام کے عمل اور امام مہدی علیہ الرضوان کی بیعت اور بیت اللہ شریف میں پناہ لینے والے نبی کریم ﷺ کے نواسے محمد بن عبداللہ کی جماعت کا انتخاب اور اس کی مخالفت کرنے والی جماعت سے متعلق ہے، لہذا بظاہر اس تمہید کی روشنی میں شاید یہ حدیثِ موقوف "مرفوع" کے حکم میں داخل ہو کر فضائل وغیرہ میں قابلِ استدلال ہو سکتا ہے۔

[11] حدیث ضعیف کے بارے میں محدثین حضرات کے تین آراء ہیں، بعض محدثین حدیثِ ضعیف کو مطلقا قبول کرتے ہیں، جب کہ بعض دیگر حضرات مطلقا رد کرتے ہیں، لیکن جمہور محدثین مثلا عبدالرحمن بن مہدیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام حاکمؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن حجرؒ، امام سخاویؒ وامام ذہبیؒ اور دیگر حضرات ضعیف حدیث کو مذکورہ بالا شروط کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: مجموعہ رسائل اللکنوی، رسالہ: الأجوبۃ الفاضلہ، ج۴ص۰۱۔

فصل دوم: امام مہدی کی بیعت میں علامات کی اہمیت سیرت نبویہ کے تناظر میں

اس امت کو اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لیے متعین کیا ہے، لیکن کام کرنے کے طریقے اور جملہ ہدایات نبی کریم ﷺ کی زبانی بیان فرمائی گئی ہیں اور اس کے لیے صحابہ کرامؓ کے ذریعے نبی کریم ﷺ کے سنن وافعال معلوم کر کے آگے امت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قدم قدم رحمتِ دو عالم ﷺ کی جانب سے واضح رہنمائی کی گئی، جنہیں دیکھ کر بعض مشرکین اور یہود کبھی از راہِ تمسخر اور کبھی تعجب سے کہتے تھے کہ تمہیں تو تمہارے رسول ﷺ آداب الخلاء بھی سکھاتے ہیں؟!!۔
[المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۶۰۷۹، ۶۰۸۰۔]

انہی عمومی احکاماتِ زندگی کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ نے اس آخری امت کے لیے آخری زمانے میں وقوعِ پذیر فتنوں سے متعلقہ امور اور ان سے بچنے کے لیے علامات اور نشانیاں واضح طور پر بیان فرمائیں، جب کہ اس آخری دور میں نبی کریم ﷺ کے روایات کی روشنی میں خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے قیام کے لیے اہلِ بیت میں سے امام مہدی علیہ الرضوان اور دنیا بھر سے ان کے ہاتھ پر بیعت کے لیے علمائے کرام اور مسلمان آئیں گے، جن کی تفصیل احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے، جس میں بیعت سے پہلے دنیا کے حالات بالخصوص امتِ مسلمہ کی کمزوری کے باوجود سیاسی، اقتصادی اور مکانی وزمانی علامات کی موجودگی میں امام مہدی علیہ الرضوان میں علاماتِ شخصیہ پا کر ان کے ہاتھوں بیعت کریں گے اور یوں از سرِ نو اسلامی خلافت کی خشتِ اول رکھ دی جائے گی۔

اگر نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر لکھی گئیں قدیم وجدید کتبِ سیرت کا مطالعہ

کیا جائے، تو عبادت کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ ہی میں "تمکین فی الارض" کے لیے کوششیں کی گئیں، جس کے لیے آپ ﷺ حج کے موسم میں مختلف قبائل کے پاس جا جا کر اسلام کی ترغیب دیتے اور اپنی نصرت کے لیے لوگوں کو متوجہ کرتے، اسی غرض کے لیے خود بنفس نفیس طائف کے قبیلہ بنو ثقیف اور ہوازن کا سفر کیا، جہاں سے آپ علیہ السلام لہولہان ہو کر واپس ہوئے۔

کتب سابقہ میں یہود و نصاریٰ کو مدینہ جانے کی بشارتیں دی گئی تھیں اور یثرب کی علامات بھی بیان ہوئی تھیں، مگر نبی کریم ﷺ کے لیے ماتحت الاسباب باقاعدہ حج کے موسم میں جمرۃ العقبہ کے ساتھ پہلے سال چند حضراتِ انصار کی بیعت اور دوسرے سال پھر دیگر انصار کی بیعت ہوئی جب کہ تیسرے سال مزید صحابہ کرامؓ بیعت کے لیے تشریف لائیں اور پھر باقاعدہ دو صحابہ کرامؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو بطورِ معلم بھیج کر اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغِ دین کے سلسلے میں بھیجا گیا، بعد میں آپ ﷺ اور سیدنا ابو بکر الصدیقؓ ایک رہبر کے ساتھ عام آمد و رفت کے راستے سے ہٹ کر طویل شاہراہ کی طرف روانہ ہوئے اور اسباب کے دائرہ میں غارِ ثور میں تین دن روپوشی فرمائی اور پھر وہاں سے روانگی کے لیے باقاعدہ رہبر کے ساتھ ہو کر مدینہ منورہ کا رخ فرمایا۔

کتبِ سیرت میں موجود اس واقعہ سے ہر فن میں مختلف محدثین نے متعدد ابواب میں دینی مسائل مستنبط کیے، مگر ہجرتِ مدینہ کے اس مقدس سفر اور اس سے قبل کے حالات و واقعات کو امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور سے پہلے علامات اور متعلقہ ارہاصات کی روشنی میں دیکھا جائے، تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ نانا محترم حضرت

محمد ﷺ کی طرح نواسے امام مہدی علیہ الرضوان کا ظہور بھی اسی انداز سے ہوگا، جیسا کہ کتبِ حدیث میں اس کی وضاحت تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

یعنی آباءواجداد کا یمن[1] کے گاؤں "کرعہ"[2] سے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت اور آپ کا آپ کا مکہ مکرمہ میں پیدائش اور وہاں سے اٹھارہ سال کی عمر میں یمن کی طرف جلاءِ وطنی،[3] خراسان سے نکلنے والے سیاہ جھنڈوں کے ساتھ باقاعدہ تعلق،[4] حکومتی اداروں کی طرف سے گرفتاری کی وارنٹ اور پھر پورے خاندان سمیت قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا،[5] جیل سے خلاصی اور پھر روپوشی کی زندگی گزارنا، دین کی

---

[1] عن كعب، قال: «ما المهدي إلا من قريش، وما الخلافة إلا فيهم، غير أن له أصلا أصلا ونسبا في اليمن»الفتن لنعیم بن حماد، رقم:۱۱۱۵، ج۱ص۳۷۵۔

[2] يخرج المهدي من قرية باليمن يقال لها كرعةالکامل فی ضعفاء الرجال، ترجمہ: عبدالوہاب بن الضحاک الحمصی، رقم: ۱۴۳۵، ج۶ص۵۱۶۔الحاوی للفتاوی، العرف الوردی فی أخبار المہدی، ج۲ ص۷۹۔

[3] «المهدي رجل أزج أبلج أعين، يجيء من الحجاز حتى يستوي على منبر دمشق، وهو ابن ثمان عشرة سنة»الفتن لنعیم بن حماد، طرم: ۱۰۷۲، ج۱ص۳۶۶۔ والله أعلم لفظ دمشق وهم من الراوي؛ لأن المهدي يخطب بعد البيعة في الحرم ، لا على منبر دمشق، بل المهدي ينزل دمشق يوم الملحمة.

[4] فإذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج، فإنه خليفة الله المهدي" سنن ابن ماجہ، باب خروج المہدی، رقم: ۴۰۸۴، ج۲ص۱۳۶۷۔

[5] عن علي، قال: «يبعث بجيش إلى المدينة فيأخذون من قدروا عليه من آل محمد صلى صلى الله عليه وسلم، ويقتل من بني هاشم رجال ونساء، فعند ذلك يهرب المهدي

دعوت اور امت کی فکر میں ہر وقت مغموم رہ کر قرآن وحدیث کی تعلیمات میں ان کا حل تلاش کرنا وغیرہ حالات احادیث میں منتشر طور پر مذکور ہیں۔

جب کہ ان کے زمانے میں جنگوں کا نظام مہلک ہتھیاروں سے لیس ہونا،[1] مسلم امہ کی کسمپرسی، ہر سو ظلم وجبر کی داستانیں عام ہونا،[2] بیت المقدس میں یہودیوں کی آباد کاری،[3] بیت المقدس کا انہدام، بادشاہوں اور رؤساء کا قتلِ عام ہونا[4] جابجا مذکور ہے۔ اس زمانے میں کساد بازاری کا عام ہونا، تجارت کا کمزوری کی طرف جانا، راستوں کا غیر مامون ہو جانا،[5] عرب قبائل کا ایک دوسرے کے خلاف اکھٹے ہو کر دشمنی کا لاوا پکنا،[1]

والمبيض من المدينة إلى مكة، فيبعث في طلبهما، وقد لحقا بحرم الله وأمنه»۔الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۹۲۳، ج ۱ ص ۳۲۳۔

[1] الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۲۹۰، ج ۲ ص ۴۴۹، رقم: ۱۳۱۳، ج ۲ ص ۴۶۶۔ جامع معمر بن راشد، رقم: ۲۰۷۳۰، ج ۱۱ ص ۳۵۲۔

[2] مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری، رقم: ۱۱۳۲۵، ج ۱۷ ص ۴۲۶۔

[3] قال اللہ تعالیٰ: فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا سورۃ الاسراء: ۱۰۴۔

[4] لا يخرج المهدي حتى لا يبقى قيل ولا ابن قيل إلا هلك۔الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۹۶۷، ج ۱ ص ۳۳۵۔

[5] عن عبد الله بن مسعود، رضي الله عنه قال: " **إذا انقطعت التجارات والطرق، وكثرت الفتن**، خرج سبعة رجال علماء من أفق شتى "الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۰۰۰، ج ۱ ص ۳۴۵۔

زلزلوں، زمین میں دھنسنا اور خوفناک آوازوں[2] کا زیادہ ہونے کا تذکرہ روایات میں ملتا ہے۔[3]

شام میں بچوں کی کھیل کود سے فتنوں کا شروع ہو کر[4] ایک نا ختم ہونے والے جنگ میں تبدیل ہونا اور بعد میں اس جنگ کا جزیرۃ العرب کے قلب یعنی مدینہ منورہ تک پہنچ جانا وغیرہ امور مروی ہیں۔[5]

ایسے ہی مغربی ممالک کو پوری دنیائے اسلام اور بالخصوص عرب ممالک میں اپنے

---

[1] «في شهر رمضان الصوت، وفي ذي القعدة تميز القبائل، وفي ذي الحجة يسلب الحاج»".فيه شهر بن حوشب وفيه ضعف، والبختري بن عبد الحميد لم أعرفه **مجمع الزوائد**، باب فی فتنۃ العجم، رقم:۱۲۳۱۷، ج۷ص۳۱۰۔

[2] "أبشركم بالمهدي يبعث في أمتي على اختلاف من الناس وزلازل" **مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری**، رقم:۱۱۳۲۵، ج۱۷ص۴۲۶۔

[3] "يكون في رمضان صوت .....والمعمعة في شوال، وتميز القبائل في ذي القعدة،"فيه عبد الوهاب بن الضحاك وهو متروك. **مجمع الزوائد، باب فی فتنۃ العجم**، رقم:۱۲۳۱۷، ج۷ص۳۱۰۔

[4] عن ابن المسيب، قال:"تكون فتنة بالشام، كأن أولها لعب الصبيان، ثم لا يستقيم أمر الناس على شيء، ولا تكون لهم جماعة حتى ينادي مناد من السماء: عليكم بفلان، وتطلع كف تشير "**الفتن لنعیم بن حماد**، رقم:۹۷۷، ج۱ص۳۳۸۔

[5] ثم تجتمع العرب عليه بأرض الشام، فيكون بينهم قتال حتى يتحول القتال إلى المدينة، فتكون الملحمة ببقيع الغرقد **الفتن لنعیم بن حماد**، رقم:۸۵۷، ج۱ص۲۹۳۔

مکمل اتباع کرنے والے حکام کا مل جانا[1] بعض روایات میں ہے، جب کہ یہودیوں کا پوری دنیا کے معاشی نظام پر کنٹرول، میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر دسترس،[2] مال ومتاع پر بھرپور غلبہ کر کے مسلمانوں پر ہر طرح کا ظلم وستم ڈھانے کا ذکر بھی آتا ہے۔

اسی طرح عراق پر معاشی پابندیاں، پھر شام پر اقتصادی پابندیاں اور جنگ مسلط کرنا بھی منقول ہے،[3] جب کہ ظہورِ مہدی سے متصل پہلے جزیرۃ العرب میں سیاسی عدم استحکام اور حکام کا آپس میں مشت و گریباں ہو کر بادشاہتوں اور خزانوں[4] پر لڑ کر ایک سال میں منیٰ میں قتل عام ہو جانا اور پھر علمائے وقت کا امام مہدی کے پاس بیعت کے لیے حاضر ہو کر بار بار درخواست کرنا[5] اور ان کی بیعت کر کے خراسان میں اسلامی

---

[1] الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۲۵۰، ج ا ص ۴۱۵۔

[2] قوله تعالى: وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيراً: والتقدير: وجعلناكم أكثر عددا وقوة من أعدائكم الذين جاسوا خلال دياركم...۔التفسیر الوسیط لطنطاوی، ج۸ ص ۲۹۳۔

[3] منعت العراق درهمها وقفيزها، ومنعت الشأم مديها ودينارها صحیح مسلم، رقم: ۲۸۹۶، ج۴ ص ۲۲۲۰۔

[4] <u>**يقتتل عند كنزكم ثلاثة، كلهم ابن خليفة، ثم لا يصير إلى واحد منهم**</u> ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق، فيقتلونكم قتلا لم يقتله قوم» - ثم ذكر شيئا لا أحفظه فقال - فإذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج، فإنه خليفة الله المهدي" سنن ابن ماجہ، باب خروج المہدی، رقم: ۴۰۸۴، ج۲ ص ۱۳۶۷۔

[5] الاشاعۃ لأشراط الساعۃ، ص ۱۸۹۔

حکومت مل جانے والی ریاست [1] کا براہِ راست امام مہدی علیہ الرضوان کے ہاتھوں بیعت کر کے ان کی اطاعت میں جنگیں لڑنے کا تذکرہ مختلف احادیث میں منقول ہیں۔

---

[1] عن عبد الله، قال: بينما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، إذ أقبل فتية من بني هاشم، فلما رآهم النبي صلى الله عليه وسلم، اغرورقت عيناه وتغير لونه، قال، فقلت: ما نزال نرى في وجهك شيئا نكرهه، فقال: «إنا أهل بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا، وإن أهل بيتي سيلقون بعدي بلاء وتشريدا وتطريدا، **حتى يأتي قوم من قبل المشرق معهم رايات سود، فيسألون الخير، فلا يعطونه، فيقاتلون فينصرون، فيعطون ما سألوا، فلا يقبلونه، حتى يدفعوها إلى رجل من أهل بيتي** فيملؤها قسطا، كما ملئوها جورا- سنن ابن ماجہ، باب خروج المہدی، رقم: ۴۰۸۲، ج ۲ ص ۱۳۶۶۔

فصل سوم: ظہورِ مہدی کے وقت حجاز میں سیاسی کشمکش اور حکومتی رسہ کشی کے تناؤ کا منظر نامہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ظہورِ مہدی سے پہلے ایک سال لوگ بغیر امام کے مناسکِ حج اداء کرتے ہوئے وقوفِ عرفہ کریں گے۔ اس دوران کہ حجاج منیٰ میں ہوں گے کہ اچانک ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے، جس طرح کتے کو لگنے والی بیماری اچانک متعدی ہوتی ہے۔ اسی صورت حال میں قبائل ایک دوسرے کو پکار کر مدد کے لیے جمع کریں گے اور باہمی قتال اسی حد تک پہنچ جائے گی کہ چھوٹے پہاڑ تک خون پہنچ جائے گا۔

حدیث میں ''کالکلب'' سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کتے کو لگنے والی بیماری جب کسی انسان کو لگ جاتی ہے، تو اس کا دماغ ایک عجیب سے غیر معمولی تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسی ہی حالات اس سال میں منیٰ میں مناسکِ حج اداء کرنے کے بعد حجاج کی ہو گی۔ اور اس کی وجہ سے جنگ شروع ہو جائے گی، جس سے خون کی ندیاں اتنی بہیں گی کہ جمرۂ عقبہ تک پہنچ جائے گی۔

یہ اثر شام کے فتنے اور ندائے سماوی کے بعد حجاز کے سیاسی کشمکش کے بارے میں پیشن گوئی کا تذکرہ کر رہا ہے۔ کہ شام میں بچوں کی وجہ سے ایک نہ ختم ہونے والا جنگ شروع ہو جائے گا۔

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بیعتِ مہدی کے وقت حجاز کے حالات:

مگر اس کے علاوہ دیگر آثار میں حجاز کی سیاسی ابتری کے بارے میں مزید دو امور کا

تذکرہ ملتا ہے:

پہلی یہ کہ حجاز کے سفیانی کے خروج کے ساتھ اس کا کافی حد تک تعلق ہو گا، جب کہ دوسری مشرق اور مغرب کے اختلاف کے ساتھ اس ربط ہو گا۔ ان حادثات کے نتیجے میں تیسرا عالمی جنگ وقوع پذیر ہو گا۔

امام ابو عبداللہ (امام صادق) نے فرمایا: فلانی، سفیانی کے خروج اور نفسِ ذکیہ کے ہلاک کے وقت اپنے ہاتھوں کو روک دو، یہاں سے آگے فرمایا: امت پر آسود گی فلانی کے ہلاکت کے وقت آئے گی۔

مختلف زاویوں سے اگر روایات اور موجودہ صورت حال کا اندازہ کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ "فلانی" کی ہلاکت سے مراد "شاہ عبداللہ" کی موت ہے۔ جب کہ شاہ عبداللہ کے بعد شاہی خاندان میں اختلافات حجاز کے سفیانی سے پہلے وقوع پذیر ہوں گی۔

ظہورِ مہدی سے پہلے حجاز میں اختلافات کا تسلسل فلانی یعنی شاہ عبداللہ کے موت کے بعد آنے والے بادشاہ کے انتخاب میں ہو گا۔

یہ اختلافات آگے بڑھ کر سیاسی انتشار اور ملک میں انار کی پھیلانے کی صورت میں ظاہر ہو گی، جس میں قبائلی حیثیت ایک عمدہ معیار کی حامل شمار ہوتی ہے۔

سعودی عرب میں اس سیاسی انتشار کے نتیجے میں جہاں ملک عدمِ استحکام کا شکار ہو گا، وہیں اس کے اثرات عالمی اقتصادیت اور امن وامان کی خراب صورت حال کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔

موجودہ دور میں سعودی عرب کی اہمیت اور بیعتِ مہدی سے پہلے اس کا کردار:

سعودی عرب کے موجودہ حالات پر پوری دنیا کے حالات کا مدار اس وجہ سے ہے کیونکہ یہاں دنیا کے بڑے تیل کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں حرمین شریفین واقع ہے، جو دنیا بھر کے مسلمانوں کا قبلہ اور اس کی حفاظت ان کے دلوں کی آخری تمنا شمار ہوتی ہے۔ روحانی عبادات کا محرک، بنیادی مرکز، مشاعرِ دینیہ، قلبی لگاؤ اور نظروں کی ٹھنڈک شمار کی جاتی ہے۔

ان وجوہ کی وجہ سے حرمین شریفین کے حکام امتیازی خصوصیات کے حامل گردانی جاتی ہے، جو ان کے علاوہ کسی دوسرے ملک یا بادشاہ کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ انہی مالی، روحانی فوقیت اور دوسری بنیادی عوامل کی وجہ سے حرمین شریفین کے حکام کے حلیف دنیا بھر کے مشرقی یا مغربی تمام ممالکِ اسلامیہ پر حکومت اور ان کے فیصلوں پر اثر انداز ہونے کا اختیار حاصل ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کی روحانی مرکز پر حکومت کی وجہ سے ان کی مذہبی اور روحانی قیادت کا سہرہ حکامِ حرمین کو حاصل ہوتا ہے، جب کہ مالی اور دیگر ضروریات پورا کرنے کے لیے اقتصادی مشکلات میں مدد فراہم کرنے کی بناء پر مسلمانوں پر حکومت انہی امور کی معاونت سے کی جاتی ہے۔

بیعتِ مہدی کے وقت حالات کی کشیدگی:

ماضی قریب میں مسلمانوں کے قتلِ عام، مصائب و مشکلات کی کثرت اور نہ ختم ہونے والے پے درپے سخت حالات میں دیگر مسلمانوں کی طرح امام مہدی بھی مدینہ منورہ کا رخ کریں گے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں حالات کی کشیدگی کی وجہ سے بظاہر سہمے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت کے مطابق امید کی کرن

دل میں رکھے ہوئے مکہ مکرمہ کا رخ کریں گے۔(فرعون کے ڈر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی بستی گئے تھے)اس دوران امام مہدی علیہ الرضوان اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ کعبہ کا طواف کریں گے۔اس دوران سلطنت میں امن وامان کی صورت حال کشیدہ ہونے کی وجہ سے خفیہ اداروں کو امام مہدی کے آنے کی اطلاعات پہنچ چکی ہوں گے اور وہ ان اپنی پوری وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کی گرفتاری کی وارنٹ جاری کر کے تلاش کریں گے۔

بیعت کے لیے آتے وقت امام مہدی کا حلیہ:

امام مہدی کو بھی ملکی صورت حال اور وقتی حالات پر مکمل بصیرت ہونے کی وجہ سے آپ اپنی ظاہری وضع قطع اور لباس وپوشاک کی کیفیت کو تبدیل کر کے ایسے لوگوں کی روپ دھار لیں گے، جو اس وقت میں زیادہ مناسب ہو گی، تاکہ خفیہ ادارے اس کو نہ پہچانے۔اس کے لیے چرواہے یا دوسرے لوگوں کی صورت اگر اختیار کرنے مناسب ہو، تو آپ وہی روپ دھاریں گے۔

مفضل بن عمر والطویلہ حضرت امام صادقؒ سے نقل کرتے ہے فرمایا: اے مفضل! خدا کی قسم، گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ مکہ داخل ہو رہا ہے۔اور اس کے سر پر زرد رنگ کی پگڑی ہے، جب کہ پاؤں میں نبی کریم ﷺ کے نعلین کی طرح ہاتھ کے بنے ہوئے چپل پہنے ہوں گے۔اور ہاتھ میں لاٹھی ہو گی۔اور اس کے ساتھ دبلی پتلی بکریاں ہوں گے، جسے ہنکاتا ہوا بیت اللہ پہنچ جائے گا اور اس دوران کوئی اسے نہیں پہنچاتا ہو گا۔

بیعتِ مہدی کے وقت حجاج کی آمد:

ظہورِ مہدی سے متعلق احادیث مبارکہ میں حج کا موسم سردی میں اور اس وقت کے ملکی اور بین الاقوامی صورتِ حال کی نشاندہی کرتا ہے۔ایسے ہی احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں عالمی جنگی حالات اور مکہ و مدینہ میں ابتری کے بارے میں وضاحت کرتی ہے۔جب کہ حجاز میں ایمرجنسی کی سی خطرناک حالات کی طرف اشارہ کرتی ہے،جب کہ احادیثِ مہدویات کی روشنی میں زمانۂ حج کے دوران حکام پر خوف وہراس کا پھیلانا اور کشیدگی کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔اس وجہ سے جہاں تک ممکن ہو، تو حجاج کی تعداد میں کمی کو ترجیح دیں گے،تاہم ممکنہ خطرات سے نمٹنے کے لیے مکہ اور مدینہ میں ہر طرف سیکورٹی فورس اور چاک وچوبند فوجی دستوں کو مقرر کیا ہوگا۔ان تمام خدشات کے باوجود امتِ اسلامیہ کے ساتھ نیک خواہشات وابستہ رکھنے والے افراد اس سخت دور میں بھی اپنی امیدوں کے مرکز یعنی مکہ اور مدینہ پر اپنی نگاہیں ظہورِ مہدی کی انتظار میں رکھی ہوں گی۔اس دوران کئی ہزار مسلمان ملکی، بین الاقوامی اور حجاز کی جانب سے رکھی گئی رکاوٹوں اور موانع کا پرواہ کیے بغیر بہادری کا مظاہرہ کر کے حج کے لیے اس سال جائیں گے۔ملکی اور بین الاقوامی حالات، حجازِ مقدس کے بدتر صورت حال اور عالمی دگرگوں حالات میں حجاج ظہورِ مہدی کے بارے میں فکر مند ہوں گے، مگر یہ بات صرف ایک دوسرے تک محدود ہو گی۔

امام مہدی پر دہشت گردی کے الزامات اور بیعت:

روایات کے جانچ پڑتال اور احادیث کے مطالعہ سے حجاز کی یہی صورت حال معلوم ہوتی ہے، کہ حجاج تلاشِ مہدی اور حکومتیں اس میں رکاوٹیں کھڑی کریں گے، مگر ان

سب کے باوجود امام مہدی کے ظاہری وضع قطع سے علم نہ ہونا ایک عجیب کشمکش والا معاملہ بناتا ہے۔

فصل چہارم: ظہورِ مہدی سے پہلے اور بعد میں بیعت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

پہلی روایت: "فيخرج من قرية من قرى جُرش، في ثلاثين رجلاً، فيبلغ المؤمنين خروجه، فيأتونه من كل أرض، يحنون إليه كما تحنون إليه كما تحن الناقة إلى فصيلها، فيجيء فيدخل مكة، وتقام الصلاة، فيقولون: تقدم يا ولي الله. فيقول: لا أفعل، أنتم الذي نكثتم وغدرتم. فيصلي بهم رجلٌ، ثم يتداعون عليه بالبيعة تداعي الإبل الهيمِ يوم وردوها حياضها، فيبايعونه". [عقد الدرر للمقدسی، ص۱۴۸]

ترجمہ: یمن کے "جرش" گاؤں سے تیس آدمیوں کے مابین نکلیں گے، تو مومنوں کو ان کے نکلنے کی اطلاع ہو جائے گی۔ وہ زمین کے مختلف اطراف سے ان کی محبت میں والہانہ طور پر ایسے آئیں گے، جیسے کہ اونٹنی اپنے چھوٹے بچے کی طرف محبت بھرے انداز میں لوٹتی ہے۔ آپ آکر مکہ میں نماز کے وقت داخل ہوں گے، آپ کو نماز پڑھانے کے لیے امامت کی دعوت دیتے ہوئے کہیں گے: اے اللہ کے ولی !آپ امامت کرائیں، مگر وہ انکار کریں گے، تم ہی وہ لوگ ہو، جنہوں نے دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی کی ہے، تو دوسرا ایک آدمی نماز پڑھائے گا، پھر ایک دوسرے کو ان کی بیعت کے لیے اس طرح دعوت دیں گے، جیسے پیاسے اونٹ ایک دوسرے کو پانی پینے کے دن بلاتے ہیں، تو سب لوگ بیعت کریں گے۔

دوسری روایت: وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، قال: (إذا انقطعت

التجارات، والطرق، وكثرت الفتن، **خرج سبعة رجال علماء من أفق شتى على غير ميعاد، يُبايع لكل رجل منهم ثلاثمائة وبضعة عشر رجلاً**، حتى يجتمعوا بمكة، فيلتقي السبعة فيقول بعضهم لبعض: ما جاء بكم؟ فيقولون: جئنا في طلب هذا الرجل الذي ينبغي أن تهدأ على يديه هذه الفتن، وتفتح له القسطنطينية قد عرفناه باسمه، واسم أبيه، وأمه، وحليته، فيتفق السبعة على ذلك، فيطلبونه فيصيبونه بمكة، فيقولون له: أنت فلان بن فلان؟، فيقول: لا بل أنا رجل من الأنصار، حتى يفلت منهم فيصفونه لأهل الخبرة والمعرفة به، فيقال: هو صاحبكم الذي تطلبونه، وقد لحق بالمدينة، فيطلبونه بالمدينة فيخالفهم إلى مكة، فيطلبونه بمكة فيصيبونه، فيقولون: أنت فلان بن فلان وأمك فلانة بنت فلان وفيك آية كذا وكذا؟ وقد أفلت منا مرة فمد يدك نبايعك، فيقول: لست بصاحبكم أنا فلان بن فلان الأنصاري، مروا بنا أدلكم على صاحبكم، حتى يفلت منهم فيطلبونه بالمدينة، فيخالفهم إلى مكة فيصيبونه بمكة عند الركن، فيقولون: إثمنا عليك ودماؤنا في عنقك إن لم تمدد يدك نبايعك هذا عسكر السفياني قد توجه في طلبنا عليهم رجل من جرم، فيجلس بين الركن والمقام فيمد يده، فيبايع له ويلقي الله محبته في صدور الناس، فيسير مع قوم أسد بالنهار رهبان بالليل. عن قتادة قال: قال رسول الله: يأتيه عصاب العراق، وأبدال الشام فيبايعونه بين الركن والمقام فيلقي الإسلام بجرانه). *کتاب الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۰۰۱۔*

ترجمہ: جب راستے بند اور کاروبار کساد بازاری کا شکار ہوں گے اور ہر سو مختلف النوع قسم کے فتنے وقوع پذیر ہو چکے ہوں گے، اس دوران دنیا بھر کے مختلف اطراف سے سات علمائے کرام پہلے سے کسی متعین تاریخ کے بغیر امام مہدی کی بیعت کے لیے نکالیں گے، جب کہ ان میں سے ہر عالمِ دین کے ہاتھ پر تقریباً ۳۱۳ لوگوں نے بیعت کی ہوگی، یہ تمام علمائے کرام مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر ایک دوسرے سے مل کر آنے کی

غرض جانیں گے، تو معلوم ہو گا کہ ان سب کی غرض اس زمانے میں وقوع پذیر فتنوں کے اختتام کے لیے اس شخصیت کی تلاش ہے، جس کے ہاتھ پر بیعت کے بعد فتنوں کی یہ کثرت رک جائے گی اور قسطنطینہ فتح ہو گا۔

ان سب حضراتِ علمائے کرام کا یہی کہنا ہو گا کہ ہم نے کتبِ حدیث میں اس شخص کا نام اس کے ماں کا نام اور اس کی صورت و سیرت جان چکیں ہیں، یہ سب علمائے کرام احادیثِ مبارکہ میں ذکر کردہ علامات کی تلاش کرنے پر متفق ہوں گے، تو اس کی تلاش کر کے مکہ میں انہی صفات سے متصف شخصیت کو پائیں گے، تو اس کا نام، باپ کا نام، سادات خاندان میں ہونا وغیرہ دیگر علامات کے بارے میں پوچھیں گے، تو وہ گلو خلاصی کے لیے کہے گا، نہیں، بلکہ میں انصار میں سے ہوں، یہ کہہ کر وہ شخصیت ان کے ہاتھ سے بھاگنے کا موقع پالیں گے، یہ علمائے کرام اس شخصیت کے بارے میں معرفت اور زیادہ خبر رکھنے والے لوگوں سے جب اس شخصیت کا انصار میں سے ہونا بیان کریں گے، تو کہیں گے، یہ تو وہی شخصیت ہے، جنہیں تم تلاش کر رہے تھے اور وہ تم سے جان چھڑا کر مدینہ منورہ پہنچ چکا ہے، لہذا یہ علمائے کرام ان کی تلاش میں مدینہ منورہ جائیں گے، تو اسے ان علمائے کرام کے مدینہ منورہ آنے کی خبر معلوم ہو گی، تو وہ واپس مکہ مکرمہ آجائیں گے، تو یہ علمائے کرام ان کے پاس مکہ مکرمہ پہنچ جائیں گے اور امام مہدی سے متعلق صفات کے بارے میں اس سے معلومات لیں گے، لیکن اس بار پھر وہ وہی جواب دیں گے کہ میں وہ شخصیت نہیں ہوں، جس کی تمہیں ڈھونڈ ہے، بلکہ میرا نام اور میرے باپ کا نام تو یہ ہے، ہاں البتہ اگر تم کہو، تو میں تمہیں تمہارے مطلوبہ صفات کی شخصیت دکھا سکتا ہوں، اس بار پھر وہ شخصیت ان کے ہاتھوں سے

نکلنے میں کامیاب ہوں گی۔ پھر اس کی تلاش میں مدینہ منورہ جائیں گے، تو وہ مکہ مکرمہ لوٹ چکے ہوں گے، لہذا یہ علمائے کرام مکہ مکرمہ لوٹ کر انہیں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان پائیں گے، تو کہیں گے کہ جب آپ اپنا ہاتھ بیعت کے لیے نہیں بڑھاتے، تو ہماری اور امتِ مسلمہ کے خون کی ذمہ دار آپ ہوں گے! کیونکہ ہماری تلاش میں سفیانی (یعنی مہدی مخالف لشکر) پہنچنے والا ہے، جس کا سربراہ قبیلہ "جرم" کا ایک آدمی ہے، تو وہ رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان بیٹھ کر بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائیں گے، تو ان کے ہاتھوں بیعت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں میں ان کی محبت ڈال دیں گے۔ ان کے ساتھ ایسے لوگ ہوں گے، جو دن میں شیروں کی طرح لڑائی کرنے والے اور رات کو تارک الدنیا بزرگوں کی طرح عبادت گزار ہوں گے۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے پاس عراق کے اولیاء کا گروہ اور شام کے ابدال آ کر رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے، اس کے بعد پورے دنیا پر اسلام پھیلنا شروع ہو جائے گا۔

امام مہدی کی بیعت اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیثِ بیعت میں مذکور ہے کہ علمائے کرام مہدی کے پاس بار بار بیعت کی قبولیت کے لیے جائیں گے اور مہدی بیعت قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے ان سے کنارہ کشی اختیار کریں گے، جب کہ امام مہدی کی بیعت سے متعلق بعض کئی امور کی وضاحت اس حدیثِ مبارک میں کی گئی ہے۔

۱۔ اس حدیث میں ظہورِ مہدی سے قبل ظلم و جبر کی بعض مختلف صورتوں کو بیان کیا

گیا ہے۔

۲۔اس میں امتِ مسلمہ کو ہلاکت سے نجات دینے کے لیے بعض علمائے کرام احادیثِ مبارکہ میں ظہورِ مہدی سے متعلق علامات کی تحقیق کرکے ظہورِ مہدی کا زمانہ اور اس سے متعلقہ نشانیاں پائیں گے۔

۳۔امت میں اختلافات، خونریزی، سیاسی اور اقتصادی انتشار کے وقت علمائے کرام امت کی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ان علامات کی روشنی میں مہدئ موعود کی تلاش میں نکلیں گے۔

۴۔دنیا کے مختلف اطراف میں عالمِ اسلام کا درد رکھنے والے علمائے کرام قرآن وسنت کی نصوص اور وہبی بصیرت کے نتیجے میں نشانیوں کی روشنی میں وقت کا تعین کرتے ہوئے مکہ کا رخ کریں گے۔

۵۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے علمِ لدنی کے حصول کے لیے جس عالم کے پاس جانے کے لیے سفر کیا، وہاں تک پہنچنے کے بعد شاگرد سے مردہ مچھلی کا عجیب وغریب طریقے سے دریا میں کھودنے کا انوکھا واقعہ، استاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا یاد نہ رہا، جس کی وجہ سے علمی سفر میں تھکاوٹ اور بھوک محسوس کرنے پر موسیٰ علیہ السلام نے جب مچھلی کے کھانے کا مطالبہ کیا، تو شاگرد کو واقعہ یاد آیا اور بالآخر واپس وہی جگہ جانے کا فیصلہ کیا اور وہاں پر موجود شخصیت سے استفادہ کا سلسلہ شروع فرمایا۔

اس واقعہ میں استادِ موعود کی جگہ ملنے سے پہلے بھوک نہیں آئی تھی، مگر جب وہ جگہ گزر گئی، تب کھانا مانگا، اگرچہ مجمع البحرین تک کے سفر کا پتہ بتایا گیا تھا، لیکن متعلقہ مقام تک پہچانے کا قرینہ علمِ لدنی سے معلوم ہو گیا۔

ایسے ہی حق تک پہنچنے کا طویل سفر حضرت سلمان فارسیؓ کو آگ کے معبد سے مدینہ منورہ کی غلامی تک صرف اور صرف طلب صادق کے ذریعے ہی طے کرناپڑا۔

اسی طرح حضرت تمیم داریؓ کا سمندر کے سفر میں محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچ جانا اور ہواؤں کے رخ کے ذریعے سے جساسۂ دجال سے ملاقات اور واپسی پر نبی کریم ﷺ کو اطلاع دیناالٰہی تکوینیات میں سے تھا۔

ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کی نصرت کے لیے علمائے کرام کا بیعت لینا اور اس کی اہمیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور سے پہلے علمائے کرام مہدویت کی تبلیغ کرکے امام مہدی کے لیے جینے مرنے کی بیعت لیں گے، مسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں امام مہدی کے ظہور سے پہلے جن علامات کی نشاندہی کی گئی ہے، ان میں سے ایک اہم نشانی "خراسان" سے سیاہ کالے جھنڈوں کا ظاہر ہوناہے امتِ مسلمہ کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہورِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کا امام مہدی کی بیعت کے لیے لوگوں کو تیار کرانا اگرچہ اہم کام ہوگا، مگر یہ معاملہ تاریخِ اسلامی کے مشکل ترین مسائل میں سے معلوم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں "ولو حبوا علی الثلج" یعنی اگرچہ وہاں تک کا سفر برف پر رینگتے ہوئے کیوں نہ ہو، تب بھی یہ سفر پورا چاہیے، اور وہاں تک پہنچ کر خراسان سے نکلے ہوئے اس لشکر کے ساتھ ہو کر امام مہدی تک پہنچنے کا سفر پورا کرلیں۔

جب کہ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس دور میں بلادِ حرمین میں برف باری ہونے کی

وجہ سے سردیاں ہوں گی اور ہر جگہ برف ہونے کی وجہ سے سفر مشکل ہوگا، جیسا کہ آج کل بلادِ حرمین میں برف باری شروع ہو چکی ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے یہی وہ منہج ہے، جس میں چل کر آگے محمد بن عبداللہ المہدی کے لشکر کے ساتھ ملنا تکوینی طور پر مقرر ہے، انہی نکات کی طرف حدیث مبارک میں اشارہ کیا گیا، چنانچہ فرمایا:

"إذا رأيتم الرايات السود من قبل خراسان، فأتوها ولو حبوا على الثلج، فإن فيها خليفة الله المهدي" یعنی جب تم خراسان سے سیاہ کالے جھنڈوں کو نکلتے ہوئے دیکھو، تو ان کے پاس آؤ، اگرچہ برف پر رینگتے ہوئے چل کر کیوں نہ آنا پڑے، کیونکہ ان میں (روئے زمین پر) اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی ہیں۔

اس روایت میں امام محمد بن عبداللہ المہدی کی خراسان کے سیاہ جھنڈوں سے تعلق کو واضح فرمایا گیا کہ آپ کا تعلق انہی جھنڈوں سے ہوگا، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "فإن فيها خليفة الله المهدي" اس جملے میں "فإن" کو اگر "ان" تحقیقہ لیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ یقینی طور پر محمد بن عبداللہ المہدی انہی خراسانی جھنڈوں میں سے ہوں گے۔

اور اگر حرف "ان" کو انکاریہ مانا جائے، تو اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا : یہ بات درست نہیں کہ امام مہدی خراسان سے نکلے ہوئے جھنڈوں کے علاوہ دوسروں سے ہوں، بلکہ امام مہدی انہی خراسانی جھنڈوں سے تعلق رکھنے والے ہوں گے۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حرف "ان" رفع شک کے لیے ہو، تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا اس میں کوئی شک نہیں کہ امام مہدی خراسان سے نکلے ہوئی سیاہ جھنڈوں میں

سے ہوں گے۔

کیا امام مہدی کا تعلق ہمیشہ کے لیے خراسان کے سیاہ جھنڈوں والے لشکر سے ہو گا؟

ا۔ شارحینِ حدیث کے کلام اور حدیث کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی کا خراسان کے سیاہ جھنڈوں سے تعلق ہو گا اور آپ انہی کے منہج پر چل کر امت کی رہنمائی کریں گے، یہی وجہ ہے کہ خراسان میں جب یہی تحریک اسلامی خلافت قائم کریں گے۔ اس دوران امام مہدی کا ظہور ہو کر رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت مکمل ہو گی، تو خراسانی لشکر اپنی حقِ خلافت کے حصول کے لیے خونریز لڑائیوں کے لڑنے کے بعد بھی خود اس حق سے دست بردار ہو کر امام مہدی کی خلافت کا علم بلند کریں گے ۔ خراسانی حکومت اپنی فوجی لشکریں امام مہدی کی بیعت اور ان کی نگرانی میں جنگ کے لیے جزیرۃ العرب روانہ کریں گی، جیسا کہ مختلف احادیثِ مبارکہ میں یہی مضمون آیا ہے کہ پہلے یہ لشکر خراسان سے ہوتے ہوئے کوفہ، پھر شام وہاں سے بیت المقدس اور پھر جزیرۃ العرب کا رخ کریں گی۔

تاہم اتنی بات گذشتہ احادیث سے واضح ہو گئی کہ امام مہدی کا تعلق خراسانی سیاہ جھنڈوں والے لشکر سے ہو گا، لیکن کیا یہ تعلق ہمیشہ کے لیے ہو گا اس بارے میں علامہ برزنجی لکھتے ہیں کہ امام مہدی تو مکہ مکرمہ میں ہوں گے، تو پھر "فان فیہا خلیفۃ اللہ المہدی" کا کیا مطلب ہوا؟

اس بارے میں فرمایا کہ یہاں "فیہا" سے مراد امام مہدی کا اس وقت خراسان میں ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس وقت ان کے مددگار خراسان میں ہوں گے ۔

یا یہ مقصود ہے کہ امام مہدی کا تعلق سیاہ کالے جھنڈوں والوں سے رہ چکا ہو گا، اگرچہ

اب بالفعل ان میں سے نہ ہوں، یا پھر ان سے الگ تحریک سے وابستہ ہو، مگر فی الجملہ اس خراسانی تحریک کے بنیادی منہج سے وابستگی ہو گی۔

۲۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی خراسانی سیاہ جھنڈوں سے تعلق رکھتے ہوئے خراسان سے واپس جزیرۃ العرب تشریف لا چکے ہوں گے، کیونکہ بیعت تو رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہو گی، لیکن خراسان اور بیعت کے درمیان جو زمانہ ہے اس میں آپ کہاں ہوں گے ؟

اس بارے میں چند آثار کو ذکر کیا جاتا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خراسانی لشکر کے ساتھ تعلق کے بعد آپ کہاں ہوں گے ؟

الف:"يخرجُ المَهديُّ مِن قريةٍ باليمنِ يُقالُ لها: كرعة"

ترجمہ: یمن کے گاؤں "کرعہ" سے امام مہدی نکلیں گے۔

ب:"يخرج المهدي من قرية من قرى جرش في ثلاثين رجلاً"

ترجمہ: یمن کے شہر "جرش" سے تیس آدمیوں کے ہمراہ نکلیں گے۔

ج: فتتفق السبعة على ذلك، فيطلبونه، فيصيبونه بمكة، فيقولون له: أنت فلان ابن فلان؟ فيقول: لا، أنا رجل من الأنصار. حتى يفلت منهم"ترجمہ: جب سات علمائے کرام امام مہدی کے ظہور کے زمانے اور ان کی تلاش پر متفق ہوں گے، توانہیں تلاش کرتے کرتے مکہ مکرمہ میں پالیں گے۔ان سے پوچھیں گے، کیا آپ کا نام فلاں بن فلاں ہے ؟ تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں، بلکہ میں امام مہدی کے انصار اور مددگاروں میں سے ہوں، یہ کہہ کر وہ ان کے ہاتھ سے چھٹکارا پا کر نکل جائیں گے۔

د:"إنه يخرج من المدينة إلى مكة فيستخرجونه الناس من

بینھم فیبایعونہ" ترجمہ: امام مہدی مدینہ سے مکہ کی طرف نکلیں گے، تو لوگ ان کو اپنے درمیان میں سے نکال کر ان کے ہاتھوں بیعت کریں گے۔

گذشتہ چاروں روایات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امام مہدی کا تعلق خراسانی سیاہ جھنڈوں سے ہو گا، مگر بیعت سے پہلے اپنے آبائی گاؤں یمن کی طرف واپس جائیں گے، جہاں سے باقاعدہ تیس (۳۰) افراد کی جماعت کے ساتھ حج کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوں گے اور اس دوران علمائے کرام ان کی تلاش میں محتاط طریقے سے پوچھ گچھ کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔ امام مہدی ان کو اپنے بارے میں مہدی کے انصار کا نام لے کر ان کے ہاتھوں سے نکل کر بیعت سے انکار کریں گے، مگر پہچاننے والے لوگ انہیں اپنے درمیان میں سے اصرار کے ساتھ نکال کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی خراسانی لشکر کے ساتھ تعلق کے ساتھ ساتھ یمن کے لوگوں اور جزیرۃ العرب میں بھی خاصے معروف شخصیت کے طور پر جانے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قریب سے دیکھنے والے حضرات ان میں موجودہ علامات دیکھ کر پوری دنیا کو ان علامات کے بارے میں اطلاع دیں گے۔ علمائے کرام تحقیق و تدقیق کے بعد موقع کے مناسبت اور سیاسی حالات کو دیکھیں گے اور ان کی تلاش میں جا کر امام مہدی کے بارے میں اطلاع دینے والوں سے معلومات اکھٹا کریں گے اس کے بعد ان کی تلاش میں کامیابی کے لیے بار بار کوشش کریں گے اور بالآخر مہدویت اور علاماتِ ظہورِ مہدی کی ترویج کرنے والی جماعت کی مدد سے بیعت کا مرحلہ تکمیل کو پہنچے گا۔

گذشتہ باتوں سے جہاں خراسانی سیاہ جھنڈوں سے تعلق کے بعد امام مہدی کی زندگی

کے گزارنے کے مقامات کا پتہ چلا ، وہیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ خراسانی سیاہ جھنڈوں کے منہج پر چلتے ہوئے امام مہدی خود بھی ظہورِ مہدی کی ترویج کنندگان میں ہوں گے اور خود آپ کا تعلق بھی امام مہدی کے انصار کے ساتھ ہوگا، اسی کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا: "فيقولون له: أنت فلان ابن فلان؟ فيقول: لا، أنا رجل من الأنصار "یعنی میں فلاں بن فلاں تو نہیں ہوں، ہاں البتہ مہدی کے انصار میں سے ضرور ہوں۔اس سے مقصود یہ ہوگا کہ میں خود امام مہدی کے ظہور کی فکر میں ہوں اور اسی مقصد کے لیے یہاں حج کے موسم میں آیا ہوں، جب کہ آپ کی مطلوبہ شخصیت میں نہیں ہوں، لیکن میں اس بارے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں، کیونکہ امام مہدی کی نصرت ابتداء میں یہی ہوگی کہ ان کی تلاش ہو کر ان کے ہاتھوں بیعت کرنے کے لیے مکمل ماحول مہیا کیا جائے اس اعتبار سے وہ خود ہی اس لیے آئے ہیں کہ علمائے کرام اور امتِ مسلمہ کے قائدین کی کسی متفقہ شخصیت پر اجماع ہو جائے، تاکہ میں بھی اس موقع کو غنیمت جان کر ان کی ہاتھ پر بیعت کروں۔

گذشتہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جن خراسانی سیاہ جھنڈوں سے امام مہدی کا تعلق ہوگا، انہی کے ساتھ تعلق اور وابستگی قائم رکھتے ہوئے جیسے ہی یہ جھنڈے ظاہر ہو جائیں، تو ان سے تعلق رکھنا چاہیے، کیونکہ انہی جھنڈوں کے سایہ تلے امام مہدی زیرِ تربیت ہوں گے۔

حدیثِ مبارک سے مستنبط امور کی وضاحت:

اس حدیثِ مبارک میں ظہورِ مہدی سے پہلے وقوعِ پذیر چند امور کی طرف اشارہ کیا گیا، جن میں سے چند ایک یہ ہے:

یہ روایت ظہورِ مہدی کے دور کی سیاسی، اقتصادی اور امنِ عامہ کی حالت بیان کر رہی ہے۔ جس میں تیزی سے بدلتے حالات اور بیعت سے پہلے مہدی کی تلاش اور بیعت کے بعد لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت کا بیان مذکور ہے۔ جب کہ حالات کے گھمبیر صورت حال کی وجہ سے مہدی کی معرفت کے لیے کوشش اور پہنچاننے کے لیے آپس میں پہلے سے معرفت رکھنے والوں سے پوچھ گچھ کے بعد بیعت کرنے کی درخواست کا تذکرہ ملتا ہے۔ جب کہ لوگوں سے پہنچاننے سے پہلے اصحابِ معرفت سے پوچھنے اور اس بات کا اعتقاد کہ وہ ہمارے درمیان ہی رہنے والا شخص ہے۔ جب کہ یہ بات بھی یقینی ہے کہ یہ ایک ایسی شخصیت ہے کہ بعض لوگ اسے پہلے سے جانیں گے۔ عالمی اور ملکی سخت حالات کے باوجود ان علمائے کرام کا امام مہدی کی تلاش میں آنا درحقیقت امام مہدی سے محبت اور حالات کا تتبع پر دلالت کرتا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کا مکہ سے امام مہدی کے ظہور کی طرف منتظر بیٹھنے پر بھی یہ حدیث دلالت کرتا ہے۔ اور لوگوں کا اپنے نمائندہ کو امام مہدی کی تلاش میں بھیجنے پر بھی یہ حدیث دلالت کرتا ہے۔ جب کہ ان علمائے کرام میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر ۳۱۳ افراد کا تن من دھن کی ہر قسم قربانی کے لیے تیار ہونے پر بھی یہ حدیث دلالت کرتا ہے۔ یہ تمام باتیں اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں میں اس وقت کے فتنوں کے حالات میں بھی ایسے لوگ موجود ہوں گے، جو امام مہدی کے انصار میں ہونے کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہوں گے۔ جن کی تعداد اہل بدر کے تعداد کے مطابق ہو گی۔ ان کی فضیلت کو تو پہلی لوگ پہنچ سکتی ہیں اور نہ ہی بعد میں آنے والے یہ فضیلت حاصل کر پائیں گے۔ مذکورہ بالا تشریحات ظہورِ مہدی کے وقت

مسلمانوں کی حالت اور امام مہدی کی طرف امتِ مسلمہ کا شدت سے انتظار پر دلالت کرتی ہے۔

ا۔ اقتصادی اور عسکری بحرانوں کی وجہ سے مسلمانوں کو درپیش گھمبیر مسائل کا سامنا کرنا۔

۲۔ سیاسی طور پر طویل عرصہ تک مختلف اطرافِ عالم میں اسلامی ممالک کا رفتہ رفتہ کساد بازاری اور بدامنی کا شکار ہو جانا۔

۳۔ ملکی اور بین الاقوامی طور پر مسلمانوں کو بھوک و افلاس اور جنگ وجدال میں دھکیل دینا۔

۴۔ جنگ کی چنگاریوں کا آہستہ آہستہ دیگر عجمی اور عربی ممالک سے جزیرۃ العرب کی طرف پہنچ جانا۔

۵۔ اسلامی حکام کی عدمِ توجہی اور ظلم وجبر سے تنگ دل ہو کر علمائے کرام کا خود بخود اٹھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں آخری زمانے میں قائم ہونے اسلامی خلافت کے قیام کے لیے امام مہدی علیہ الرضوان سے متعلقہ صفاتِ زمنیہ، کونیہ اور شخصیہ کی تحقیق کرنے کے بعد جزیرۃ العرب میں بادشاہت اور خزانے پر لڑائی کرنے کے بعد انتشار کی صورت حال میں وہاں تلاشِ مہدی کے لیے پہنچ جانا۔

حدیث مبارکہ میں ظہورِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں عوام کی بیعت کے لیے مذکورہ شرائط کا عصر حاضر کی روشنی میں تطبیقی مطالعہ آئندہ آنے والے ابواب وفصول میں بیان کریں گے۔

باب سوم: ظہورِ مہدی سے پہلے اسلامی ممالک کو اقتصادی اور عسکری بحرانوں کا سامنا کرنا

فصل اول: ظہورِ مہدی سے پہلے اقتصادی مشکلات اور معاشی بحرانوں کا سامنا
فصل دوم: امام مہدی کے بیعت سے پہلے علمائے کرام کا لوگوں کو مہدی کے بیعت کے لیے تلقین اور تیاری
فصل سوم: امام مہدی کے متعدد ناموں سے متعلق ایک ضروری وضاحت
فصل چہارم: امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کا بیعت اور اس کا شرعی جائزہ
فصل پنجم: امام مہدی کے پاس ۳۱۳ انصار اور سات علماء کرام کا پہنچ جانا

فصل اول: ظہورِ مہدی سے پہلے اقتصادی مشکلات اور معاشی بحرانوں کا سامنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس حدیثِ مبارک کے ابتدائی حصے میں ظہورِ مہدی سے پہلے عالمِ اسلام میں امن وامان کی دگرگوں صورتِ حال کا تذکرہ کیا گیا ہے:

"إذا انقطعت التجارات والطرق ، وكثرت الفتن ، خرج سبعة رجال علماء من أفق شتى " فرمایا: کہ جب اقتصادی اور مختلف معاشی مشکلات کی وجہ سے کاروبار کساد بازاری کا شکار ہو جائیں گے اور عسکری جنگوں کی وجہ سے دنیا بھر میں عموماً اور عالم اسلام میں خصوصاً امن وامان کا فقدان ہو جائے گا، تو اس وجہ سے کفری طاقتیں مسلم ممالک کے خراب صورتِ حال کو مزید باہمی جنگ وجدال کی آگ میں داخل کرنے کی کوششیں کریں گی، جس کے لیے مسلمانوں کو اپنی دلکش مراعات اور اقتصادی اور عسکری تعاون کی آڑ میں مختلف النوع مسائل میں الجھادیں گے، جس کی طرف شاید حدیثِ مبارک میں "كثرت الفتن" کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے، یعنی فتنے زیادہ ہو جائیں گے، جس کی وجہ سے حق اور باطل گروہ کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو جائیں گے، جیسا کہ آج کل دونوں طرف سے لڑنے والے اسلام اور کلمہ گو ہوتے ہیں اور ہر ایک اسلامی نظام، عدل وانصاف اور لوگوں کے حقوق کا دعویٰ کریں گے، مگر حقیقتاً آپس میں جنگ وجدال کی وجہ سے ان کا رعب کفار کے دلوں سے نکل جائے گا۔

اسلامی ممالک میں اقتصادی اور عسکری بحرانوں کے وجوہات سے متعلق ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ:

حدیثِ مبارک کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ممالک میں اقتصادی اور عسکری بحران تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں گے، اگرچہ ان حالات کے اسباب بندوں کی طرف سے اختیاری ہوں گے، جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں اس امت کی تباہی کو مال کی کثرت اور اس کی محبت قرار دیا گیا، جب کہ مال واولاد، دنیا کی محبت اور موت سے ڈرنا، لمبی لمبی عمارتیں، لباس و پوشاک، رہن و سہن، بود و باش میں غیر وں کے طریقوں پر چلنا اور آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی نعمتوں اور یہاں کی آسائشوں کو مطمحِ نظر قرار دینا، دیندار لوگوں اور علماء کا بادشاہوں اور سلاطین کی خاطر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے اعراض کرنا، جہاد و قتال کی تیاری، آلاتِ حرب کے اعداد کو چھوڑنا اور دنیا کی ناز و نعمت پر بھروسہ کر کے اس میں ہمہ تن مشغول ہو جانا مختلف روایات میں اقتصاد اور عسکری بحرانوں کی بنیادی وجہ قرار دی گئی ہے۔

جب کہ عصرِ حاضر میں بعض مسلمانوں کے ذہن میں اسلامی ممالک کی خراب صورتِ حال مغربی ممالک، امریکہ اور یہودیوں کی بنائی ہوئی پہلے سے طے شدہ پلان کے مطابق ہوتا ہے، اس میں نہ تو مسلمانوں کا کوئی اختیار ہے اور نہ ہی اس میں ان کا کوئی عمل دخل ہے، بلکہ مغرب کے مقرر کردہ ترتیب کے مطابق سب کچھ ہوتا رہتا ہے، لہذا کفار کے اس وضع کردہ موجودہ خراب صورتحال کو ختم کرنے کے لیے نہ تو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے اور نہ ہی وقتی خراب صورتِ حال مثلاً جنگ یا دوسری افراتفری کو دور کرنے کے لیے باقاعدہ شرعی اصول کی روشنی میں کوئی ممکنہ حل

ڈھونڈا جاتا ہے اور نہ ہی قرآن و سنت کی طرف رجوع کی زحمت ہوتی ہے، بلکہ ہر چھوٹے بڑے کام کو کفار کی طرف منسوب کر کے انفرادی و اجتماعی اعمال کی درستگی سے پہلو تہی، سیکولر نظریات کی ترویج اور دیگر غیر معتدل نظریات کو مسائل کا حل شمار کیا جاتا ہے۔

لیکن اس حدیث مبارک سے اشارۃً اور دیگر کئی احادیثِ مبارکہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ دنیا بھر میں جو کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے، وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادہ سے ہوتا ہے، جب کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اس دارالاسباب دنیا میں انسانوں کے اعمال کے ساتھ منسلک کیا ہے، یعنی جب تک برے اعمال سے دوری اور دنیا سے محبت نہ ہو، نیک اعمال کا اہتمام اور موت سے محبت ہو، تو اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ زمین پر فیصلے نازل فرماتے ہیں، اگرچہ کفار اور ان کے حواریین اپنے تدابیر سے ان کے خلاف سازشیں کرتے ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے انہیں ناکام کر دیتے ہیں۔

جب کہ بعض مسلمان اسلامی ممالک کے اقتصادی اور عسکری بحرانوں کی خرابی کو اگرچہ اپنے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف بطورِ امتحان قرار دیتے ہیں اور اس کے ختم کرنے کے لیے بطورِ علاج تزکیۂ نفس اور دیگر عبادات و معاشرت کے عام متداول طریقوں کو اپناتے ہیں، لیکن سیرتِ نبویہ اور قرآن و سنت کی روشنی میں عبادات و معاشرت کے ساتھ ساتھ تمکین فی الارض کے خدائی اصولوں اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے وضع کردہ منہج کو عصر حاضر کے تناظر میں یکسر مسترد کر کے اپنے طریقوں کو ہی اصل قرار دیتے ہیں، مگر گذشتہ تفصیلات کی روشنی میں اس بات کا محلِ نظر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اس حدیث مبارک کی روشنی میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ لوگوں مسائل چاہے اقتصادی ومعاشی ہو یا پھر عسکری وغیرہ تمام مسائل کا حل علمائے کرام کے نقشِ قدم پر چلنے اوران سے ہر آن وہر گھڑی قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے میں ہی مضمر ہے، کیونکہ علمائے کرام ہی کے دلوں میں اقتصادی اور عسکری بحرانوں کو ختم کرنے کی تڑپ ہوتی ہے اور وہی حضرات ہی شرعی اصولوں کی روشنی میں ان کا مداوا کر سکتے ہیں، اسی وجہ سے اس حدیثِ مبارک میں بھی تصریح ہے کہ امت کے مسائل کے حل کے لیے علمائے کرام قرآن وسنت کے نصوص کی روشنی میں امام مہدی علیہ الرضوان کی تلاش کے لیے نکلیں گے۔

سیاسی طور پر طویل عرصہ تک مختلف اطرافِ عالم میں اسلامی ممالک کا رفتہ رفتہ کساد بازاری اور بدامنی کا شکار ہو جانا:

اس حدیثِ مبارک میں ظہورِ مہدی سے قبل اطرافِ عالم میں بدامنی اور انارکی کا پھیل جانااور یہ صورت حال غیر شعوری انداز میں اسلامی ممالک کی طرف بڑھ کر عالمِ اسلام اقتصادی، سیاسی اور معاشی میدانوں میں کمزور ہونااور آپس کی خانہ جنگیوں میں پھنس کر مصائب اور خوف کی حالت میں مبتلا ہونے کا ذکر ہے۔

اس کی وضاحت صحیح مسلم کی ایک روایت میں کی گئی ہے، کہ آخری زمانے میں فسادات کا رخ جب عالمِ اسلام کی طرف ہو جائے گا، تو سب سے پہلے عراق پر معاشی پابندی لگادی جائے گی، جس میں عراقی عوام ایک قفیز جو اور گندم کی خاطر ترس رہے ہوں گا اور تجارتی بائیکاٹ کی وجہ سے وہاں رقوم کی آمد نہیں ہو گی۔

عراق کے بعد پھر دوسرا نمبر شام کا ہو گا، یہاں بھی جنگی جرائم اور حالات کی ابتری کی

وجہ سے اقتصادی اور معاشی بحران کا سامنا ہوگا، یہاں ایک مد وزن کے مطابق خوراک ملنا مشکل ہو جائے گا اور پیسوں کی آمد بھی یہاں تجارتی حالات نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہوگی۔

عصرِ حاضر میں عراق اور شام کی صورتِ حال حدیث مبارک کے تناظر میں:

گذشتہ حدیثِ مبارک میں مذکورہ حالات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے اور نوے کی دہائی میں کویتی بادشاہ "حسن الصباح اور جابر الصباح" کا صدام حسین کے حملے کے خلاف اقوام متحدہ جا کر امریکی افواج کو خلیج میں لانے کے بعد یمن کے علاوہ دنیا بھر کے تمام ممالک کی جانب سے عراق کا تیرہ ۱۳ سال تک معاشی بائیکاٹ کرنا اور پھر جھوٹے الزامات کے بہانے عراق کے امن وامان کو نیست و نابود کر دیا۔

اس حدیث میں شاید اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا:

يوشك أهل العراق أن لا يجبى إليهم قفيز ولا درهم، قلنا: من أين ذاك؟ قال: من قبل العجم، يمنعون ذاك .ترجمہ: قریب ہے کہ اہل عراق کے پاس قفیر اور درہم نہیں آئے گا، تو ہم نے پوچھا: یہ روکنا کس کی جانب سے ہوگا، فرمایا: عجم کی جانب سے اہل عراق کا خوراک اور درہم روکا جائے گا۔

اگر تاریخ کے اوراق کو ٹٹولا جائے، تو عالمِ اسلام پر تاتاری جنگوں سے سخت حالات کہیں نہیں گزرے، مگر اس دور میں بھی عراقی عوام کا دانا، پانی بری اور بحری راستوں سے بند نہیں کیا گیا، جیسا کہ گذشتہ عرصہ میں ہوا۔

جب کہ حدیث میں ایک اور اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا گیا، کہ پابندی عجمی ممالک کی طرف سے لاگو ہوگی، یعنی سارے عرب ممالک یا بعض عرب ممالک اس پابندی کے

خلاف ہوں گے، یہی صورتِ حال ہمیں عراق بحران میں سامنے آئی، کہ یمن کے علاوہ دیگر تمام عرب اور مغربی اور مشرقی ممالک بشمول روس سب کے سب نے عراق کے ساتھ تجارت بند کر دی۔

اس حدیث کے دوسرے حصے میں شام پر اقتصادی پابندی کا ذکر ہے، جس میں یہ بائیکاٹ روم یعنی مغربی ممالک کی جانب سے بتائی گئی ہے، چنانچہ فرمایا:

يوشك أهل الشأم أن لا يجبى إليهم دينار ولا مدي، قلنا: من أين ذاك؟ قال: من قبل الروم-ترجمہ: قریب ہے کہ اہل شام کے پاس دینار اور مد برابر خوراک نہیں لایا جائے گا، ہم نے پوچھا: یہ پابندی کس کی جانب سے ہو گی؟ فرمایا: روم کی جانب۔

اس حدیث میں عراق اور شام کی پابندی میں بائیکاٹ کرنے والے ممالک کے بارے میں مختلف الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، یعنی اہل عراق کے لیے "من قبل العجم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جب کہ شام کی پابندی کے لیے "من قبل الروم" کا اسلوب ذکر کیا گیا ہے۔

عصرِ حاضر میں عراق پابندیوں میں تمام دنیا بشمول عرب ممالک کا متفق ہونا اور صرف یمن کا باز رہنے کی وجہ سے "عجم" کا لفظ اختیار کیا گیا ہے، لیکن موجودہ شامی حالات بظاہر روس کی مخالفت میں روم یعنی مغربی ممالک نے حالات کی خرابی کی وجہ سے شام کے ساتھ تجارت اور کاروبار بند کر دیا ہے۔اس حدیث میں عراق اور شام کے حالات

کے بعد امام مہدی علیہ الرضوان کے آنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔[1]

ملکی اور بین الاقوامی طور پر مسلمانوں کو بھوک وافلاس اور جنگ وجدال میں دھکیل دینا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک حدیث میں امتِ مسلمہ پر نبی کریم ﷺ کے بعد سے آخری زمانے تک کے فتنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جس میں آخری فتنے کو "فتنۃالسراء" کہہ کر ذکر کیا گیا ہے، جس کے بارے میں فرمایا:

وما فتنة الأحلاس؟ قال: هي هرب وحرب، ثم فتنة السراء، دخنها من تحت قدمي رجل من أهل بيتي يزعم أنه مني، وليس مني، وإنما أوليائي المتقون[2] ترجمہ: "فتنۃالأحلاس" کیا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ فتنہ بھگانا اور جنگ سے مرکب ہوگا، پھر اس کے بعد "خوشحالی" کا فتنہ آئے گا، جس کی ابتداء اہل بیت کا دعویٰ کرنے والے کے قدم سے ہوگا، وہ یہ گمان کرے گا کہ میں اہل بیت سے ہوں، حالانکہ وہ حقیقتاً اہل بیت میں سے نہیں ہوگا، کیونکہ میرے اولیاء اور دوست تو متقی ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں فتنۃالسراء کی ابتداء اہل بیت ہی کے ایک شخص سے شروع ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو متقی نہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ بظاہر اہل بیت کے دعویٰ میں صادق ہوگا، لیکن حقیقتاً اہل بیت کا اطلاق متقی اور پرہیز پر ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعۃ حتی یمر الرجل۔۔، رقم: ۲۹۱۳، ج۴ص ۲۲۳۴۔
[2] سنن ابی داؤد، باب ذکر الفتن ودلائلھا، رقم: ۴۲۴۲، ج۴ص ۹۴۔

محدثِ سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس فتنے کا اطلاق اس کے زمانے میں سلطنت عثمانیہ کی جانب سے مکہ مکرمہ کے گورنر "حسین" ہے، کیونکہ اس نے انگریزوں کے ساتھ مل کر مکہ مکرمہ میں ترکوں کا قتلِ عام کر کے حجازِ مقدس سے ترکوں کی خلافت کا خاتمہ کرنے اور علمائے کرام کو انگریزوں کی گرفت میں دینے کا قدم اٹھایا تھا، جس کے بعد سے عربوں پر ظاہری خوشحالی اور مالداری کا دور شروع ہوا، جس کی وجہ عرب سرزمین میں تیل، گیس اور دیگر معدنیات کی وجہ سے پوری دنیا کا رخ خلیجی ممالک رہے۔

مگر حدیثِ مبارک میں آگے فرمایا کہ اس خوشحالی کے فتنے کے بعد ایک اور فتنہ شروع ہوگا، جسے "فتنۃ الدھیماء" جس کی پہنچ سے اس امت کا کوئی ایک فرد بھی باقی نہیں رہے گا، ہر ملک اور ہر شہر کے سارے خاندان اس فتنے کے لپیٹ میں آکر ہر مسلمان کو اس فتنے سے متاثر ہوگا، یہ فتنہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا، جس کی شدت کی وجہ سے آدمی صبح مسلمان اور شام کو کافر ہوگا۔

اس فتنے کے دوران تمام امت صرف دو ہی گروہوں میں منقسم ہوگی:

۱۔ ایمان والا گروہ اور ۲۔ صرف نفاق والا گروہ جس میں کوئی ایمان نہیں ہوگا۔

اس حدیثِ مبارک اور شارحین حدیث کی تطبیق کے بعد ہمارے دور کی صورتِ حال مزید منقح ہو کر کھل جاتی ہے کہ مسلمانوں کی گذشتہ مالی ترقی اور عرب ممالک کی موجودہ جنگ وجدال کی صورتِ حال در حقیقت حدیث کی تکمیل کے طور پر مکمل ہو رہی ہے۔

ہم عین قربِ قیامت کے دور میں جی رہے ہیں اس لیے آگے فرمایا: ایسی صورتِ حال

میں دجال کا انتظار دہائیوں اور برسوں میں نہیں، بلکہ دنوں میں کرو کہ کل خروجِ دجال ہو جائے یا پرسوں۔

جنگ کی چنگاریوں کا آہستہ آہستہ دیگر عجمی اور عربی ممالک سے جزیرۃ العرب کی طرف پہنچ جانا:

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں مسلم ممالک کے حالات کی خرابی، حرمِ مکی میں قتل وقتال کر کے وہاں مہدویت کا ناحق دعویٰ کرنے والے شخص کے قتل سے ہو گا۔

۱۹۷۹ میں جہیمان کے افراد کو حرمِ مکی میں قتل کرنے کے بعد افغانستان پر روسی افواج کی باقاعدہ چڑھائی ہوئی، جن کے خلاف عرب وعجم کے مسلمانوں کا اکھٹے ہو کر مغربی طاقتوں سمیت لڑے، پھر ایرانی انقلاب کا خون خرابہ، عراق ایران جنگ اور اس کے بعد کویت پر عراق کی چڑھائی کے جواب میں خلیجِ عرب میں امریکی فوج آئی اور عراق پر اقتصادی پابندیاں کے بعد صدام کا حکومت خاتمہ ہوا۔ اس دوران ۲۰۰۱ء کے حملے کے جواب میں افغانستان پر امریکی یلغار اور آہستہ آہستہ اس جنگ کا عراق سے شام اور دیگر عرب ممالک میں منتقل ہونے کا منظر ہمارے سامنے ہو رہا ہے، جب کہ بعض احادیث میں اس جنگ کا حجازِ مقدس کے شہر مدینہ منورہ میں جا کر ختم ہونے کا تذکرہ ملتا ہے، چنانچہ فرمایا:

ثم تجتمع العرب عليه بأرض الشام، فيكون بينهم قتال حتى يتحول القتال إلى المدينة، فتكون الملحمة ببقيع الغرقد[3]

---

[3] الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۸۵۷، ج ۱ ص ۲۹۳۔

ترجمہ: پھر عرب سر زمین شام میں جمع ہوں گے اور ان میں قتال ہو گا، یہاں تک کہ یہ قتال مدینہ منورہ پہنچ جائے گا، تو جنت البقیع میں ایک بڑا جنگ ہو گا۔

عالم اسلام اور مسلمانوں کے حالات کی خرابی کے وقت علمائے کرام کی ظہورِ مہدی سے پہلے کی ذمہ داریاں:

مذکورہ بالا تحقیق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ ظہورِ مہدی سے پہلے ماتحت الاسباب روئے زمین پر مسلمانوں کا جینا دوبھر ہو جائے گا، اسلامی ممالک اور مسلمان اقتصادی مشکلات اور امن وامان کے فقدان کی وجہ سے انتہائی کرب وپریشانی کی زندگی بسر کر رہے ہوں گا، اس دور میں مسلمانوں میں بے شمار فتنہ نکل چکے ہوں گے، جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ جنگی معرکہ جزیرۃ العرب اور حجازِ مقدس پہنچ چکا ہو گا۔ ان حالات میں علمائے کرام احادیث مبارکہ میں بیان شدہ علامات اور عالم اسلام کے خطرناک صورتحال کی خاطر پہلے سے متفکر ہوں گے، مگر جزیرۃ العرب میں بادشاہت پر ہونے والے جنگ کے شروع ہونے کے بعد انہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ احادیث میں بیان شدہ علامات اور موجودہ صورت حال کا آپس میں یقینی طور پر کافی مضبوط ربط ہے اور یہی وہ حالات ہیں، جن میں ظہورِ مہدی سے متعلق علمائے کرام نے اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں مختلف اطراف کے جید علمائے کرام احادیث میں مہدی سے متعلق تحقیق اور زمینی حقائق کے بعد اس شخصیت کی تلاش میں نکل جائیں گے۔

عصر حاضر میں ظہورِ مہدی کی تلاش میں حضرات علمائے کرام کی تلاش سے متعلق ایک ضروری وضاحت:

لوگوں میں بعض خلافِ شرع باتیں رائج ہو چکی ہیں، جن کی وضاحت یہاں ضروری معلوم ہوتی ہے، لیکن بطورِ تمہید ایک اہم بات کا جاننا ضروری ہے:

حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھی رحمہ اللہ ترجمان السنۃ میں لکھتے ہیں:

حدیث و قرآن میں جو قصص و واقعات بیان کیے گئے ہیں خواہ وہ گذشتہ زمانے سے متعلق ہوں یا آئندہ سے، ان کا اسلوب بیان تاریخی کتابوں کا سا نہیں، بلکہ حسبِ مناسبتِ مقام ان کا ایک ایک ٹکڑا متفرق طور پر ذکر میں آگیا ہے، پھر جب ان سب ٹکڑوں کو جوڑا جاتا ہے، تو بعض مقامات پر کبھی اس کی کوئی درمیانی کڑی نہیں ملتی، کہیں ان کی ترتیب میں شک و شبہ رہ جاتا ہے، ان وجوہات کی بناء پر بعض خام طبائع تو اصل واقعہ کے ثبوت ہی سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ حالانکہ غور یہ کرنا چاہیے کہ جب قرآن و حدیث کا اسلوبِ بیان ہی وہ نہیں، جو آج ہماری تصانیف کا ہے، تو پھر حدیثوں میں اس کو تلاش ہی کیوں کیا جائے؟ نیز جب ان متفرق ٹکڑوں کی ترتیب صاحبِ شریعت نے خود بیان ہی نہیں فرمائی، تو اس کو صاحب شریعت کے سر کیوں رکھ دیا جائے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ واقعات کی پوری تفصیل اور اس کے اجزاء کی پوری پوری ترتیب بیان کرنی رسول کا وظیفہ نہیں، یہ ایک مؤرخ کا وظیفہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے آئندہ واقعات کی صرف بقدرِ ضرورت اطلاع دے دیتا ہے، پھر جب ان کے ظہور کا وقت آتا ہے، تو وہ خود اپنی تفصیل کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور

اس وقت یہ ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے واقعات کے لیے جتنی اطلاع حدیثوں میں آچکی تھی وہ بہت کافی تھی اور قبل از وقت اس سے زیادہ تفصیلات دماغوں کے لیے بالکل غیر ضروری بلکہ شاید اور زیادہ الجھاؤ کا موجب تھیں۔
پس اگر غیر ضروری تفصیلات کو بیان کر دیا جاتا، تو یقیناً ان میں بھی اختلاف پیدا ہونے کا امکان تھا اور ہو سکتا تھا کہ امت میں اس اجمالی خبر سے جتنا فائدہ اٹھا سکتی تھی، تفصیلات بیان کرنے سے وہ بھی فوت ہو جاتا۔ لہذا امام مہدی کی حدیثوں کے سلسلے میں تو ہر گوشہ کی پوری تاریخ معلوم کرنے کی سعی کرنی صحیح نہیں ہے۔[4]
اس تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ احادیث مبارکہ کے تمام مفاہیم کو سامنے رکھ کر ایک بات سمجھی جا سکتی ہے، محض حدیث کے ایک ٹکڑے کو جان کر پیش کرنا اور اس سے ایسی باتیں مستنبط کرنا جو دیگر احادیث اور ظاہری عقل کے مخالف درست نہیں۔

ظہورِ مہدی کی تلاش میں نکلنے والے علمائے کرام کی تعداد:

قرآن وحدیث کے نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ سات اور ستر کا عدد شریعت میں کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس سے زیادہ تعداد مراد ہوتی ہے، چاہے سات سے زیادہ کیونکہ نہ ہو، اس تناظر میں حدیث مبارک کا ترجمہ یہ ہوگا "خرج سبعة علماء" علمائے کرام کی ایک کثیر جماعت امام مہدی کی تلاش کے لیے دنیا بھر کے مختلف اطراف سے نکلے گی۔

---

[4] ترجمان السنۃ، ج۴ ص۳۵۱۔

جیسا کہ سات کا عدد محض کثرت کے لیے قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے: (وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ)

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: (مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ) ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے جب عبداللہ بن ابی بن سلول منافق پر نماز جنازہ اداء کیا، تو یہ آیتِ مبارکہ اتری: (اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ)

اس آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ امام مہدی کی تلاش میں نکلنے والے علمائے کرام کی تعداد (جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں وارد ہوا ہے) سات میں منحصر نہیں ہو گی، بلکہ سات سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

ظہورِ مہدی کی تلاش میں نکلنے والے علمائے کرام کے اوصاف:

امام مہدی کی تلاش میں نکلنے والے علمائے کرام کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث میں چند اوصاف ذکر کی گئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علمائے کرام امت کے فکر مند، دردِ دل رکھنے والے تجربہ کار، صاحبِ بصیرت، مشاق، محنک اور منتظم افراد ہوں گے، جو باقاعدہ کسی جماعت کی نگرانی کرتے ہوئے عملی سرگرمیوں میں مشغول ہوں گے، جنہیں امت کی قیادت کے لیے مطلوبہ صفات کا علم ہو گا، جس کے لیے وہ خود بھی جان ومال کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کریں گے اور ان کے ہاتھوں کم از کم ۳۱۳افراد نے جینے مرنے کی بیعت کی ہو گی، اسی

کی طرف حدیثِ مبارک میں اشارہ کیا گیا ہے: (يبايع لكل رجل منهم ثلاثمائة وبضعة عشر رجلاً ، حتى يجتمعوا بمكة)

اس تشریح سے ثابت ہوا کہ امام مہدی کی تلاش میں نکلنے والا عالمِ دین مصطلح عالم نہیں ہوگا، بلکہ مطلوبہ شرائط پر پورا اترنے والا عالم ہی نکلے گا۔

ایسے ہی علمائے سبعہ کا تعلق دنیا بھر میں اسلامی دنیا کے سات ۷ بڑے ممالک سے ہوگا، یا پھر سات میقاتوں سے مختلف علمائے کرام کے ہاتھوں بیعت لیے ہوئے یا پھر ان کی قیادت کو تسلیم کرنے والوں کی کثیر تعداد میں ہونا اور مسلمہ شخصیت کا ہونا ضروری ہے۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ ضرور علمی اور مسلمہ شخصیت ہو، بلکہ فتن اور ظہورِ مہدی سے متعلق علوم میں مہارت لازمی ہے، اگرچہ دیگر علوم وفنون میں اس سے زیادہ ماہرین موجود ہوں۔

ظہورِ مہدی کی تلاش میں اسباب کا دائرہ اختیار:

امام مہدی کی تلاش میں نکلنے والی علمائے کرام کی جماعت کے لیے یہ شرط ضروری ٹھہرائی گئی کہ وہ حضرات باقاعدہ اسباب اور افرادی قوت سے لیس ہوں گے، اگرچہ حرمِ مکی میں وہ افرادی قوت اور متعلقہ جنگی سامان نہیں لائیں گے، مگر بیعت کے لیے نکلنے سے پہلے انہوں نے تیاری کرکے ایک مخصوص گروہ کو تیار کیا ہوگا، جیسا کہ دورِ نبوی ﷺ میں مشکل ترین معرکہ کے بارے میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: (وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً)[التوبۃ: ۴۶] یعنی اگر غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کا نکلنے کے لیے باقاعدہ ارادہ ہوتا، تو وہ پہلے سے تیاری کرتے، مگر

ان کا پہلے سے ارادہ نہیں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔

امام مہدی کی شخصیت اور بیعت سے پہلے تعارف:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں (علی غیر میعاد) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان علمائے کرام میں سے کوئی شخص پہلے سے اپنے نکلنے کے بارے میں دوسرے کو اطلاع نہیں دی ہو گی اور یہاں شاید (علی غیر میعاد) سے وہی مراد ہو گا، جیسا کہ غزوۂ بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مقصود ہے:
(وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا)
ایسے ہی ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: (أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا)

لیکن ہر عالمِ دین کا ۳۱۳افراد پر مشتمل جماعت سے امام مہدی کے لیے بیعت لے کر حرمِ مکی جانا پہلے سے باقاعدہ طے شدہ نظم ونسق سے مقرر ہوا ہو گا، وگرنہ پھر اس کا کوئی فائدہ بظاہر معلوم نہیں ہو رہا۔

تاہم ان نقاط کی تشریح مندرجہ ذیل تحقیق سے واضح ہو جائے گی۔

ا۔ "علی غیر میعاد" سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ظہورِ مہدی کے لیے علمائے کرام کا جمع ہو جانا پہلے سے کسی طے شدہ امور اور سابقہ مقرر کردہ اصول وضوابط کے تحت نہیں ہو گا، بلکہ یہ مسئلہ محض اللہ تعالیٰ کے پاس اسبابِ دنیویہ اور انسانی عمل کے دائرۂ اختیار سے باہر ہو گا، جس کے لیے کسی جماعت، گروہ یا افراد کا جمع ہو کر باقاعدہ کسی تنظیم کی صورت اختیار کرنا تقدیر سے متعلقہ امور کو اسباب میں لانے کے مترادف ہے، لہذا جو

فرد یا جماعت بھی ایسا کرے گا، تو وہ مہدیٔ برحق کا ساتھی نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسی تحریک سے نکلنے والا شخص مہدی ہو سکتا ہے، جب کہ یہ بات بھی ان حضرات کے ذہنوں میں ملحوظِ نظر ہوتی ہے کہ عمومی عبادات مثلاً صوم وصلاۃ، حج وزکاۃ کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ، تزکیۂ نفس اور تصنیف وتالیف کو جاری رکھتے ہوئے بعض افراد کا میدانِ جہاد میں کفار کے ساتھ لڑنا اور ان علمائے کرام اور نیک وصالح افراد کا ان کی تائید کرنا کافی ہے، امتِ مسلمہ کے دگرگوں حالات میں ظہورِ مہدی سے متعلق دیگر کوئی ذمہ داری ان کے حوالہ نہیں ہے۔

لہذا امام مہدی کے ظہور سے پہلے ان کی فوج میں شرکت کے لیے باقاعدہ تربیت نہ ضروری ہے اور نہ ہی اہم، کیونکہ ظہورِ مہدی کا معاملہ ان حضرات کے ہاں محض تقدیری امور سے متعلق ہے، جن میں انسانی سوچ اور اسباب کا دائرۂ اختیار وغیرہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

مذکورہ بالا شبہ کے جواب سے قبل بطورِ تمہید یہ بات جاننا ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ظہورِ مہدی سے متعلق اہل السنۃ اور اہل تشیع دونوں کا مؤقف ایک دوسرے کے بالکل متضاد ہے یعنی اہل تشیع کے نزدیک امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں، جب کہ اہل السنۃ کے نزدیک وہ عام اسباب کے ماتحت آخری زمانے میں پیدا ہوں گے۔ اہل تشیع کے نزدیک امام مہدی پیدا ہو کر ایک غار میں چھپ گئے ہیں، جب کہ اہل السنۃ کے نزدیک آئندہ دور میں عام انسانوں کی طرح پیدا ہو کر حالات کے مناسب ظاہر ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کا موقف اہل تشیع کے برعکس بالکل مختلف ہے، اس

وجہ سے بعض ذہنوں میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ امام مہدی کے بارے میں اہل تشیع کی طرح اہل السنۃ کے نزدیک بالکل بر عکس نظریہ ہے یعنی امام مہدی کو اپنے بارے میں مہدی ہونے کا بالکل علم نہیں ہو گا، کیونکہ اہل تشیع کے ہاں مہدی کو اپنے بارے میں مکمل طور پر اپنے مہدی ہونے کا باقاعدہ علم حاصل ہے۔

مگر سابقہ مسئلے میں اگر دیکھا جائے، تو یہاں اہل السنۃ کی رائے پر اہل تشیع کا اثر معلوم ہوتا ہے یعنی اہل تشیع کے نزدیک مہدی کا غائب ہونا بھی مافوق الاسباب معاملہ ہے اور پھر اتنا زمانہ غار میں رہ کر اتنا عرصہ بغیر خوراک کے پوشیدہ رہنا اور اصحابِ کہف، حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کی طرح زندہ رہنا بھی مافوق الاَسباب مسئلہ ہے، جب کہ بعد میں ان حضرات کی طرح خروج بھی مافوق الاَسباب ہی ہو گا۔

اگر بغور دیکھا جائے، تو ظہورِ مہدی سے متعلق اہل السنۃ کے بعض علمائے کرام کا یہ شبہ شیعہ مسلک کے مہدی کے اثرات معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ شیعوں کے ہاں مہدی کا تذکرہ آپس میں اتنا عام ہے، جس کی وجہ سے ان کی باتیں ہمارے ہاں بھی غیر شعوری طور پر رائج ہو چکی ہیں۔ جس میں بظاہر ظہورِ مہدی کا مسئلہ بھی ہے، جس کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مذکورہ حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، جس میں علمائے کرام کا ظہورِ مہدی سے پہلے جمع ہونا "بغیر کسی متعین میعاد" کے ہو گا۔ یعنی ظہورِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کا ظہورِ مہدی سے متعلق احادیثِ مبارکہ میں بیان شدہ حالات اور ذکر شدہ علامات کا تذکرہ اور عصر حاضر میں اس کی تطبیق کے لیے باقاعدہ سیمینارز منعقد کرنا اور اس میں چند علمائے کرام اور محققین کا مہدی کو تلاش کرنا

حدیث کے اس نکتہ "یعنی علی غیر میعاد" کی وجہ سے ناجائز ہے، کیونکہ علمائے کرام کا اس کے لیے جمع ہونا ایسا ہے کہ تقدیر اور تکوین سے متعلق مسئلہ کے لیے اسباب کی تلاش کرنا، جو ناجائز ہے۔

لیکن اگر بغور دیکھا جائے، تو یہ بات بخوبی سامنے آتی ہے کہ حدیث مبارک میں ((علی غیرِ میعاد)) سے مراد مذکورہ احتمالات نہیں، بلکہ اس سے مراد سنن ابن ماجہ کی وہ حدیث ہے، جس میں ظہورِ مہدی سے پہلے جزیرۃ العرب میں ایک ہی خاندان کے تین بادشاہوں کے بیٹوں کا بادشاہت پر جنگ کرکے ملکی صورتِ حال میں انارکی پیدا کرنا ہے، جسے دیکھ کر علمائے کرام جمع ہوں گے۔

اور جزیرۃ العرب میں بادشاہوں کے بیٹوں کا بادشاہت پر لڑنا تکوینی معاملہ ہے، لہذا علمائے کرام اس کا انتظار کریں گے، اس سے پہلے دنیا بھر کے علمائے کرام کو جمع کرکے مکہ مکرمہ میں لانا اور وہاں کسی ایک آدمی کو متعلقہ علامات کی روشنی میں متعین کرکے خلافت کی بیعت کرنا درست نہیں ہوگا، یہی مفہوم ((علی غیرِ میعاد)) سے ظاہر ہو رہا ہے۔

یہ مطلب ہر گز نہیں، ظہورِ مہدی سے پہلے قریب کے زمانے میں علامات سے پتہ چلنے کے بعد علمائے کرام کا آپس میں متفق ہو کر اس کے لیے باقاعدہ طور پر رابطے کرکے دنیا بھر میں اس کے لیے لوگوں کو ترغیب دینا اور مہدی مخالف لشکر کی علامات بتا کر اس میں شرکت سے روکنا ہر گز ہر گز ممنوع نہیں، کیونکہ احادیث میں ان کا تذکرہ ہونا ہی اسی لیے ہے کہ لوگوں کو بتلا کر انہیں اس تشویش ناک صورت حال سے نکالنے میں صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی جائے۔

ایسے ہی ظہورِ مہدی سے پہلے عسکری اور دیگر امور میں تربیت کو چھوڑنا بھی نہ تو قرآن وحدیث کا حکم ہے اور نہ ہی دانشمندی، بلکہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے، اپنی ذمہ داری کو بالائے طاق رکھ امام مہدی کی آس لگانا نہ تو شرعی اعتبار سے درست ہے اور نہ ذوی العقول حضرات کا شیوہ۔

بلکہ اسی حدیث میں امام مہدی کے ساتھیوں کا تذکرہ کرنے کے لیے ان کے اوصاف میں اسد بالنہار اور رہبان باللیل کا ذکر کیا گیا، جس میں آلاتِ حرب کی تدریب، ایمانی قوت اور عملی عبادات کے ذریعے دن میں شیروں کی طرح شجاعت کا مظاہرہ کرنا، جب کہ رات کی تاریکی میں تارک الدنیا اولیاء کی طرح شب گزاری کے ذریعے ظاہری دلیری اور باطنی ایمانی قوت کے ذریعے پہلے سے امام مہدی کی فوج میں شرکت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا نہ صرف ممدوح بلکہ ایک اہم ذمہ داری بھی ہے۔

ظہورِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کا جمع ہونے سے متعلق ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

حدیث میں علی غیر میعاد اور ملنے کے بعد تعارف کرنے اور آنے کی غرض دریافت کرنے سے بعض ذہنوں میں یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ تلاشِ مہدی کے لیے نکل کر جانے والے علمائے کرام کا پہلے سے ایک دوسرے کے ساتھ رابطے اور ملاقاتیں کرنا حدیث کی مخالفت اور تکوینی معاملے میں دخل اندازی کے مترادف ہے، ایسے ہی علمائے کرام کا ایک دوسرے کو نہ پہنچانا بھی ضروری ہے کیونکہ ایک دوسرے کو پہنچاننے کے بعد تلاشِ مہدی کے لیے رختِ سفر باندھنا باہمی رابطے کی شکل اختیار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علمائے کرام اپنی مرضی کے مطابق کسی شخصیت کو زبردستی مہدی کے

مرتبے پر فائز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جو کہ مہدویت کے بالکل منافی ہے۔
لیکن اگر احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس زمانے کے احوال، مختلف فتنوں میں پھنسی امت مسلمہ کی حالتِ زار، بادشاہِ وقت کی امارت سے سقوط اور جنگ وجدال کے حالات میں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ چند علمائے کرام جن کا آپس میں نہ تو باقاعدہ پہلے سے رابطہ ہو اور نہ ہی ایک دوسرے کو جانتے ہو اور نہ ہی سابقہ دور میں ظہورِ مہدی اور دین کے دیگر شعبوں میں اکھٹے کوششیں کی ہو، تو اچانک پہلی ملاقات میں یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ جنگی لیڈر کے تعین کے لیے جنگی حکمتِ عملی کو نظر انداز کر کے چند نامانوس لوگ کسی اجنبی آدمی کو محض ظاہری نام ونسب اور چند ملاقوں میں پوری دنیا کا عظیم اسلامی لیڈر منتخب کریں، جب کہ احادیث مبارکہ میں اس دور کے ظلم وستم، بادشاہِ وقت اور اس کے کارندوں کی جبر واستبداد کی داستانیں مذکور ہے۔
تاہم علمی حلقوں اور تصوف وطریقت سے وابستہ افراد کے ہاں یہ شبہ ممکن ہیں، کہ امام مہدی ایک آخری ولی اللہ ہوں گے، جو بیک وقت اجتہاد، بادشاہت اور ولایت کے مراتب پر فائز ہوں گے، لہذا ان کے تقرر کے لیے شاید باقاعدہ طور پر ان علمائے کرام کو کشف کے ذریعے بتایا گیا ہو، جس کی وجہ سے یہ علمائے کرام مکہ مکرمہ جا کر امام مہدی کی بیعت کے لیے جا کر آپس میں کشف کشوف میں ملنے اور رابطوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے متعارف ہوں گے، لہذا حدیث کا مفہوم اس صورت میں واضح ہو سکتا ہے۔
لیکن یہ بات تمام اہل علم سے مخفی نہیں کہ علمِ دین کے احکام نہایت واضح اور ظاہر پر مبنی ہوا کرتے ہیں، لہذا دیگر صحیح احادیث سے ثابت شدہ مفہوم کی روشنی میں حدیث

کے ظاہری معنی کو دیکھتے ہوئے محض احتمالی معنی کو عالم اسلام کے ایک عظیم کی تعین صرف احتمالات پر رکھنا ناجائز اور ناانصافی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

جب کہ کشف وکشوف اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہوتا ہے، مگر اس بارے میں شریعت کا یہی حکم ہے کہ اس سے ثابت شدہ حکم نہ تو واجب ہوتا ہے اور نہ ہی سنت یا مستحب۔

اس لیے خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے تقرری کے لیے جس طرح نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد مشورہ اور بیعت ہوا تھا ایسے ہی آخری دور میں خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے نظام کے لیے بھی مشورہ اور بیعت ہی ہوگا، جس طرح پہلی خلافت کشف وکشوف پر مبنی نہیں تھی ایسے آخری خلافت بھی کشف وکشوف پر مبنی نہیں ہوگی۔

مگر اس سے قطعی طور پر یہ بات مراد نہیں لینی چاہیے کہ خدانخواستہ امام مہدی اور ان کی تلاش میں نکلنے والے حضرات سلفی حضرات ہوں گے جو سرے سے کشف وکشوف کے منکر ہوں گے یا انہیں بدعت کہیں گے اور نہ ہی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کشف وکشوف کا بالکل اعتبار نہیں، ہرگز ایسا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عہد خلافتِ راشدہ سے آج تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

اسی جواب کی دلیل ایک صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جس میں فرمایا کہ جب امام مہدی کی بیعت ہو جائے گی اور ان کے ہاتھوں مکہ اور طائف میں ہزاروں لوگ بیعت کر کے وہاں خلافت کے قیام کا اعلان کر دیں گے، تو ان کے مقابلے کے لیے شام سے آنے والی فوج زمین میں دھنس جائے گی۔ اس کے بعد مہدی کے ظہور کا معاملہ دنیا بھر میں جنگل کے آگ کی طرح پھیل جائے گا، جس کے بعد شام کے ا

بدال، عراق کے عصائب اور مصر کے نجائب بیعت کے لیے آئیں گے۔

اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اہل کشف کو پہلے سے معلوم نہیں ہو گا، نہیں۔ بلکہ شاید انہیں کشف کے ذریعے معلوم ہو چکا ہو، مگر ان کی بیعت کرنے میں تاخیر عام لوگوں کے مفاد اور یقین کی مضبوطی کے لیے ہو گی، تاکہ خسف کے بعد امام مہدی کی کرامت دیکھ کر بیعت کرنے سے لوگوں کے لیے کوئی حیلے بہانے وغیرہ رکاوٹ نہ بنے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی اور اس کی تحریک پہلے کئی منظم اصولوں پر استوار ہو چکی ہو گی، جیسا کہ امام مہدی کے کلام "انا رجل من الانصار" یعنی مہدی خود بھی مہدی کے تلاش میں ہوں گے کہ شاید مجھ سے زیادہ صفات والا شخص ہو گا؟

تاہم جنگی معرکوں، علمی میدانوں، فتنوں اور مصائب کے کٹھن میں مراحل میں یہ تمام علمائے کرام ایک دوسرے کے نام و نسب، گاؤں اور ملک سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ سفر و حضر کے اخلاق و معاملات، امت کے غم اور حالات سے نکلنے کے لیے تمام لوگوں کا اس شخصیت کے بظاہر (واللہ اعلم) قلمی نام، لقب، کنیت یا دوسرے مروجہ طریقوں مثلاً انٹرنیٹ کے ذریعے واقف ہوں گے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں کثرت فتن کا تذکرہ ہے، جب کہ عراق، شام، یمن اور جزیرۃ العرب میں فتنوں کا تذکرہ دیگر احادیث سے ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض ہم یہ مانیں کہ یہ علماء نہ تو ایک دوسرے سے واقف ہوں گے اور نہ ہی مہدی سے واقف ہوں گے، تو پھر جزیرۃ العرب میں مہدی کو لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کے حکومت کا گرانا، تو کیا ایسے حالات کوئی جان پہچان کے بغیر اور سابقہ معرفت نہ ہونے کی صورت میں ایسا ممکن ہے کہ کوئی شخص لاکھوں کے مجمع میں ایک دوسرے کو علماء سمجھیں اور پھر نا

معلوم شخص کو جاننے کے لیے ہر ہر فرد کو نام، ولدیت وغیرہ طریقہ سے پہچانیں، یہ باتیں خلافِ عقل اور سمجھ سے بالاتر ہوں گی۔

جب کہ احادیث میں لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت کا بھر جانا اور اعتدال وانصاف پر مبنی افراط و تفریط کے درمیان راہِ اعتدال کی وجہ سے دنیا بھر کے تمام انصاف پسند اسلامی فرقوں میں امتیازی شان کے حامل شخصیت ہوں گے۔ واضح رہے کہ تمام علمائے کرام اگر واقف نہ ہو، تو اکثر تلاش کرنے والے علماء واقف ہوں گے جیسا کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

فصل دوم: امام مہدی کے بیعت سے پہلے علمائے کرام کا لوگوں کو مہدی کے بیعت کے لیے تلقین اور تیاری

اس حدیث میں ((يبايع لكل رجل منهم ثلاث مائة وبضعة عشر رجلاً)) سے یہ معلوم ہوتا ہے عالمِ اسلام کے مختلف علمائے کرام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنی اجتہادی کام کے ذریعے ظہورِ مہدی سے پہلے تیاری کا مرحلہ طے کریں گے، جس کے لیے ایک منظم ترتیب کے تحت مسلسل کام، ظہورِ مہدی کے بعد عالمِ اسلام کے خراب صورتِ حال کی اصلاح، معاصر اسلحوں کی ٹریننگ اور امام مہدی کی نصرت کے لیے اپنے متعلقین کو جینے مرنے، مال واسباب لٹانے اور ہر آن و ہر لمحے ان کے ساتھ شرکت کے لیے امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں بیعت کریں گے۔

اس کی تائید سنن ابو داؤد کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا کہ خراسان کا ایک گروہ امام مہدی کے ظہور سے پہلے ان کے سلطنت کی تائید اور اس کی نصرت کے لیے مددگار جماعت کے طور پر ظاہر ہوگی، جب کہ ایک روایت میں فرمایا کہ ظہورِ مہدی سے پہلے ان کے آنے کے لیے بطورِ تمہید تیاری کریں گے۔

جب کہ ایک دوسری حدیث میں ظہورِ مہدی سے پہلے خراسان میں حق اور نظام عدل وانصاف کے قیام کے اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے چند افراد مل کر اسلامی نظام کے قیام کے لیے لڑیں گے، مگر انہیں اسلامی نظام قائم کرنے سے روکا جائے گا، پھر جہاد اور قتال شروع کریں گے، اس کے بعد مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا اور اس

دوران انہیں اسلامی حکومت قائم کرنے کا موقع ملے گا، مگر وہ اس اسلامی حکومت کو قائم کر کے اس کی باگ دوڑ امام مہدی کے ہاتھ میں دیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ظہورِ مہدی سے پہلے فتنوں کے اس دور میں بھی چند عالی ہمت اہل علم امت کی خیر خواہی کی آرزو لیے ہوئے اسلامی نظام کے قیام کے لیے جہاد و قتال میں مصروف ہوں گے، مگر مکمل فتح نہ ہونے اور نصرتِ الٰہی کی تائید شاملِ حال نہ ہونے کی وجہ انہیں یہی سمجھ آئے گی کہ ان کی امامت کے لیے پیشن گوئی کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے جس شخصیت کا انتخاب فرمایا ہے، اسی شخصیت کو متعین کرنے کے بعد ہی مکمل فتح ہو گی اور مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا مداوا ہو سکے گا، جس کے لیے قیامِ خلافتِ راشدہ ہی کے لیے مسلح جدوجہد کرنے والوں میں سے چند علمائے کرام اٹھ کر اپنے ساتھیوں کو جہاں باقاعدہ تربیت کے عمل سے گزاریں گے، وہیں اس نظام کے لیے امیر کے تلاش کا عمل بھی جاری رکھیں گے۔ اس دوران جب جزیرۃ العرب میں بادشاہت کے حصول کے لیے خاندانِ سلطنت میں جنگ شروع ہو جائے گی، تو یہ حضرات پہلے سے اپنے تربیت یافتہ افراد کی بیعت لے کر امام مہدی کو متعین کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جائیں گے۔

اس سے ان علمائے کرام کی عظمت، قدر و منزلت، علمی شان اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ظہورِ مہدی کے لیے برسوں کی دعاؤں، محنتوں اور مختلف کاوشوں کا نتیجہ انہی افراد کے ہاتھوں ظاہر ہو گا، جو احادیث کی بیان کردہ علامات کو امام مہدی میں پا کر ان کے ہاتھوں بیعت کریں گے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مذکورہ بالا سات علمائے کرام میں ہر ایک

کے دل میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و تشدد پر سخت افسوس ہوگا، جس کی وجہ سے اس ظلم و جبر کے خاتمے کرنے کے لیے ان کے دل متفکر ہوں گے اور اس کے لیے رائج غیر شرعی طریقوں سے ہٹ کر اسلامی طریقۂ انتخاب یعنی خلافت کی محنت ان علمائے کرام کی مشن کا اہم ہدف ہوگا، جس کے لیے تعلیم و تربیت، ترغیب وارشاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کا راستہ اپنائیں گے، جس کے لیے ہر ایک گروہ کی کم از کم تعداد ۳۱۳افراد پر مشتمل ہوگی۔

اس حدیثِ مبارک سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ امام مہدی کی تلاش میں نکلنے والے علمائے کرام اور ان کے متبعین مہدی کے انصار اور مددگار کہلائیں گے، جو پچھلے کئی عرصے سے ان کی خلافت کے قیام کے لیے کئی قربانیں دے چکے ہوں گے اور اب اپنے علاقے کے معتبر علمائے ربانیین کے ہاتھوں بیعت کر کے ان کے ظہور کی علامات پانے کی وجہ سے باقاعدہ امام مہدی کی بیعت کے لیے جان و مال کی ہر قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

جب کہ ان کے ہاتھ پر کم از کم ۳۱۳ کی تعداد کا بیعت کرنا شاید برکت کی وجہ سے ہو، کیونکہ سب سے پہلے تاریخِ اسلامی میں جہاد کے افراد طالوت کے ساتھ ۳۱۳ تھے اور بدریین کی تعداد بھی ۳۱۳ تھی اور یہی آخری معرکہ کفر و شر کے لیے بھی خشتِ اول کی حیثیت رکھے گی۔

کیا مقام ابراہیم اور رکن یمانی کے درمیان بیعت سے پہلے امام مہدی اپنے آپ کو پہچانیں گے یا نہیں؟

کیا بیعت سے پہلے لوگ امام مہدی کو پہچانیں گے یا نہیں؟

ا۔اس حدیث کے الفاظ کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی کو بیعت سے پہلے بعض لوگ پہچانیں گے، چنانچہ فرمایا: " قد عرفناه باسمه واسم أبيه وأمه وحليته" اس جملے میں "عرفناه "فعل ماضی پر" قد "حرفِ تحقیق داخل ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علمائے کرام بیعت سے پہلے انہیں پہچانیں گے،اسی لیے تو"عرفناه "فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا اور پھر اس "عرفناہ" صیغے پر "قد" حرفِ تحقیق داخل کر کے اس تعارف کو محقق ثابت کر دیا۔

کیونکہ اگر پہلے سے اس معین شخصیت کو نہ پہچانتے،تو پھر اس معرفت کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال نہ کرتے اور نہ ہی اس پر "قد" حرفِ تحقیق داخل کرتے۔بلکہ پہلے سے غیر معروف شخص کو مہدی منتخب کرانے کے لیے حرم شریف یا مکہ مکرمہ میں تلاش کرتے۔یعنی ان علمائے کرام کو پہلے سے لوگوں میں شائع شدہ خبروں کے ذریعے مہدی کے نام،ولدیت اور قبیلے کا پتہ چل چکا ہو گا، جیسا کہ عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا اور یوٹیوب وغیرہ کے ذریعے دنیا بھر کی خبریں ایک جگہ سے دوسری جگہ تیزی سے پھیلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے،ایسے ہی ان حضراتِ علمائے کرام کو بھی معلوم ہو چکا ہو گا، اسی وجہ سے "قد" کو "ماضی" پر داخل کیا گیا۔

اسی نکتہ کی طرف شاید ایک حدیثِ مبارک میں اشارہ کیا گیا ہے، فرمایا:

"إذا نادى منادٍ من السماء إن الحق في آل محمد ، فعند ذلك يظهر المهدي على أفواه الناس، ويُشربون حبه، ولا يكون لهم ذكر غيره. وفي أثر آخر (ينادي منادٍ من السماء : ألا أن الحق في آل محمد، وينادي منادٍ من الأرض:ألا إن الحق في آل فلان , وإنما الصوت الأسفل من الشيطان ليلبس على الناس" وفي بعض الروايات (فكم يومئذ من شاك متحيِّر).

ترجمہ: جب آسمان سے ایک منادی یہ آواز لگائے گا کہ یقینا(خلافت اور حکومت)کا حق آلِ محمد ﷺ کا ہے، تو اس کے بعد لوگوں کی زبان پر مہدی موعود کی باتیں عام ہو جائیں گی، اور ان کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں خوب پیوستہ ہو جائے گی، اس زمانے(اسلامی قیادت کے حق کے بارے میں)دوسرے لوگوں کا ذکر نہیں ہوگا۔

ایک دوسرے اثر میں یہ بھی منقول ہے کہ آسمان سے ایک منادی پکارے گا، خبردار (اسلامی قیادت اور حکومت و خلافت)کا حق آل محمد ﷺ یعنی اہلِ بیت کا ہے، جب کہ زمین میں یہ خبریں عام ہوں گی(کہ نہیں، بلکہ)آل فلاں(یعنی فلاں قبیلے)کا حق ہے،(واضح رہے)یہ زمین میں پھیلنے والی خبریں شیطانی آوازیں ہوں گی، جو لوگوں کو شک میں مبتلا کرنے کے لیے یہ آوازیں لگائیں گے۔اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ان دنوں بہت سے لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہو کر متحیر ہوں گے۔

"آسمانی آوازوں" کا عصرِ حاضر کے تناظر میں جائزہ:

آسمانی آوازوں کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے: ا۔مذکورہ بالا روایات میں "آسمانی آوازوں" کا موجودہ زمانے میں دیکھا جائے، تو سٹیلائٹ نظام اور انٹرنیٹ کے مروجہ

طریقوں پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے، جیسا کہ شاید اسی کی طرف اشارہ کیا گیا " فعند ذلك يظهر المهدي على أفواه الناس، ويُشربون حبه، ولا يكون لهم ذكر غيره "کہ ان آوازوں کے بعد لوگوں کی زبانوں پر صرف مہدی کا تذکرہ جاری ہو گا اور ان کی محبت ان کے رگ وجان میں رچ بس چکی ہو گی، حتی کہ ان کے علاوہ دیگر باتیں بالکل بھول چکے ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "آسمانی نداء" سے مراد مروجہ سوشل میڈیا اور مختلف ویب سائٹس وغیرہ ہوں گے۔

۲۔ یا پھر "آسمانی آوازوں" سے مراد فرشتے کی آواز یا غیبی آواز ہو گی، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ مظلوم کی نداء جب نکلتی ہے، تو آسمانوں سے یہ آواز آتی ہے "میری عزت وجلال کی قسم! تمہاری مدد ضرور کروں گا، اگرچہ کچھ وقت بعد کیوں نہ ہو"۔

اس صورت میں مراد یہ ہو گا کہ الہامی طور پر امام مہدی کی محبت اور ان کی قیادت کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہو گی، جس کی وجہ سے ان کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر بھی عام رائج ہو گا۔

"حليته" سے مراد کسی شخص کی زندگی کے تمام متعلقات لیے جاتے ہیں، یعنی نام ونسب اور مکانِ پیدائش، آباء واجداد کا وطنِ اصلی، بلوغت سے پہلے اور بعد کے اسفار، ساتھیوں اور دوستوں کا تعارف، اساتذہ کرام اور تلامذہ کا تعارف، جسمانی اور بدنی صورت کا بیان، یعنی رنگت، قد وقامت، آنکھوں، ناک، دانتوں، انداز کلام، پیشانی، بھنویں، سر کے بال اور دبلا یا موٹا پا وغیرہ "حلیہ" میں بیان کیا جاتا ہے۔

اس صورت میں ان علمائے کرام نے جانے سے پہلے امام مہدی کے مذکورہ بالا اوصاف

کتابوں میں دیکھے ہوں گے اور اس کے بعد عالمِ اسلام میں ان اوصاف سے متصف شخصیات کی معلومات جمع کی ہوں گی، جس میں یہ علامات بطریقۂ اکمل پائے جائیں گے ، جس کے بارے میں لوگوں کو عام طور پر علم بھی ہوگا، اس کی زیارت اور بیعت سے پہلے ان اوصاف کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے لیے جائیں گے ، جب کہ ان کا مکہ مکرمہ جانا ایک ایسے وقت میں ہوگا، جو پہلے سے متعین نہیں ہوگا، بلکہ حدیث میں بیان شدہ حالت کے مطابق یعنی بادشاہ کے خاندان میں چند اشخاص کا بادشاہت پر جھگڑے کی صورت میں ہوگا، جیسا کہ ابن ماجہ، مستدرک اور دیگر کتب حدیث میں اس واقعے کا تذکرہ موجود ہے۔

یعنی حالات سے تنگ دل ہو کر مکہ مکرمہ کا رخ کرنا اس وقت تک مفید نہیں ہوگا، جب تک ظہورِ مہدی کے لیے حدیثِ ثوبانؓ میں بیان کی گئی سیاسی علامات پوری نہ ہو جائے، شاید اس لیے فرمایا: "علی غیر میعاد"

۳۔ اس حدیث کے الفاظ میں آگے جب بیعت کے لیے امام مہدی کو اصرار سے منائیں گے، تو وہ اپنے آپ کی گلو خلاصی کے لیے کہیں گے: " إنما أنا رجل من الأنصار "یعنی میں تو انصار میں سے ہوں، اس جملے سے ان کی مراد مہدی کی مددگار کی ہو گی، مگر ظاہری اعتبار سے انہیں اپنے آپ کو مدینہ کے انصار سے شمار کریں گے۔

جب کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ظہورِ مہدی کے لیے اٹھنے والی تحریک میں پہلے سے معروف شخصیت کے طور پر جانے پہچانے آدمی ہوں گے۔

۴۔ مہدی کی تلاش میں مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکہ جانے میں ان سے ملاقات ہو جانے اور ان سے ملنے کو اگر عصرِ حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے، تو یہ بات واضح ہوتی

ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منور کے پر ہجوم ماحول میں کسی غیر معروف شخص کو پانااور اس کا نام ونسب اور متعلقہ صفات سے ایک ہی مجلس میں خبر دار ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

شاید اس میں یہی اشارہ ملتا ہے کہ مہدی اپنے ظہور اور بیعت سے پہلے اپنے جاننے والوں کے ہاں نام ونسب اور متعلقہ صفات کے اعتبار سے معروف ہوں گے،اسی لیے تومکہ سے مدینہ آنے جانے کے دوران تلاش کنندگان کو جلد ملیں گے، کیونکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اونٹ اور گھوڑی کی سواری سات دن کی ہے، جب کہ منیٰ کی خونریزی سے دس محرم تک چھبیس دنوں میں چھ بار کا یہ سفر اگرچہ عصر حاضر کے اعتبار سے آسان اور جلد کیوں نہ ہو، مگر وہاں کے لاکھوں عوام اور زائرین میں کسی غیر معروف شخص کو پانا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

۵۔اس حدیث میں علمائے کرام کو سخت انتشار کے حالات میں مخصوص شخص کو ماں باپ اور قبیلے وغیرہ صفات کی روشنی میں تلاش کرنا کیسے ممکن ہیں، جب کہ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اس دور میں بادشاہِ وقت کے موت کے بعد قصرِ شاہی کے حصول پر اختلافات جنگ تک پہنچ چکے ہوں گے، لہذا ایسے حالات میں جب پہلے سے نیک وصالح لوگوں کی پکڑ دھکڑ ہوتی ہو گی اور مہدی کی شخصیت اور اس کے انصار کی جماعت حکومت کی نظروں میں مطلوب افراد کی فہرست ہو گی۔ لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی کے بارے میں سوال غیر معروف اور عام شخص کے بارے میں سوال نہیں ہو گا، بلکہ پہلے سے جانے پہچانے آدمی ہوں گے۔

۶۔علمائے کرام کا معروف شخصیت کو بیعت کے لیے متعین کرنے کے بعد اس کے

بہانے کے بعد ہاتھوں سے نکل جانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شخصیت ان کی بیعت کے لیے متعین تو ہوگی، مگر ایسا ہونا ان کے غالب گمان میں ہوگا، یقینی طور پر ان حضرات کو بھی علم نہیں ہوگا، اسی وجہ سے تو مہدی کے جاننے والوں سے پوچھ گچھ کرکے آخری بار مہدی کے انکار کے بعد بھی انہیں بیعت پر مجبور کریں گے۔

۷۔تاہم غلبۂ ظن اس وقت یقین میں تبدیل ہو جائے گا، جب مہدی مخالف لشکر زمین میں دھنس جائے گا، تو مہدی لوگوں سے کہیں گے، جو علامت تم لوگوں کو بیان کرتے رہتے تھے، وہ پوری ہوگئی۔

۸۔اس دوران بھی مہدی اپنے آپ کو مہدی نہیں کہیں گے، بلکہ اس کی نسبت لوگوں کی طرف کریں گے۔

۹۔ ظہورِ مہدی سے پہلے امام مہدی کے مختلف نام ہوں گے، جن میں سے بعض نام معروف ہوں گے، اسی وجہ سے علمائے کرام ان سے ان کا حقیقی نام دریافت کریں گے اور امام مہدی اپنا مشہور نام ذکر کریں گے۔

ایک ضروری تنبیہ:

جب سات علمائے کرام علاماتِ قیامت اور ظہورِ مہدی سے قبل وبعد کے علامات اور مہدی کے صفات سے خوب علم رکھتے ہوں گے، تو پھر ان علمائے کرام کا دوسرے لوگوں سے مہدی کے متعلقہ صفات کے بارے میں پوچھ گچھ کا کیا فائدہ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ علمائے کرام اگرچہ علاماتِ قیامت اور ظہورِ مہدی سے متعلقہ قرآن وحدیث کے نصوص اور علمائے سابقین کے تحقیقات سے باخبر ہوں گے، مگر ان علامات کا کسی شخصیت کے بارے میں علم ہونے کا انہیں پتہ چلے گا، تو لوگوں کی

باتوں پر یقین سے قطعِ نظر خود ان صفات کا معائنہ کرنا ضروری سمجھیں گے، جس کے لیے وہاں جاکر پوچھ گچھ کے بعد انہیں مطلوبہ صفات کے مطابق ہی پائیں گے۔

اس جواب سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ بیعت سے پہلے بعض لوگوں کو مہدی کی صحبت میسر ہوگی، جس کی وجہ سے بعض لوگ انہیں پہچان کر اہل علم اور اس فن کے ماہرین کو ان صفات کے بارے میں اطلاع دیں گے، اسی وجہ سے حدیث میں ان اطلاع دینے والوں کو "اھل الخبرۃ والمعرفۃ" کہہ کر خطاب دیا ہے، کیونکہ مطلوبہ صفات جس شخصیت میں پائے جائیں گے، تو اس بارے میں علمائے کرام کا مرجع یہی افراد ہوں گے۔

فصل سوم: امام مہدی کے متعدد ناموں سے متعلق ایک ضروری وضاحت

"فيقولون له: أنت فلان بن فلان؟، فيقول: لا بل أنا رجل من الأنصار"

حدیث کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب علمائے کرام امام مہدی علیہ الرضوان سے نام کے بارے میں پوچھیں گے کہ کیا آپ کا نام، ولدیت اور قبیلہ یہ ہے؟ تو وہ اپنا نام معروف نام کہہ کر جواب دیں گے اور اپنا حقیقی نام ظاہر نہیں کریں گے، تاکہ بیعت سے بچ کر ان کے ذمہ امت کی نگرانی کا بوجھ نہ ہو، جیسا کہ اس حدیث سے مذکور ہے کہ آپ کہیں گے کہ میرا قبیلہ انصار کا ہے، چونکہ ظاہری اعتبار سے انصاری مدینہ کے قبیلہ اوس یا خزرج سے تعلق رکھنے والے کو کہا جاتا ہے، جب کہ مہدی کا قبیلہ اوس یا خزرج نہیں ہوگا، بلکہ قریش کے بنوہاشم میں فاطمی نسل سے ہوں گے۔

لیکن قبیلہ غلط کہنے میں یہاں بظاہر "توریہ" مقصود ہوگا، یعنی میں بھی امام مہدی کے انصار اور مددگار میں سے ہوں، میں خود وہ نہیں ہوں، " لا بل أنا رجل من

الأنصار "اس جملے سے ان پر جھوٹ کا وہم نہیں ہو سکتا۔

جب کہ اس میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ وہ اپنا معروف نام ذکر کر کے ان علمائے کرام کو مطلوبہ نام نہیں بتائیں گے، جیسا کہ مجمع البحار میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ "يظهر في شبهة ليستبين، فيعلو ذكره، ويظهر أمره" یعنی امام مہدی اپنے ظہور سے پہلے کسی مشتبہ اور غیر حقیقی نام سے ظاہر ہوں گے، اس نام سے ان کا خوب چرچا ہو گا اور ان کے مہدی ہونے کا معاملہ واضح ہو گا۔

اس روایت کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی اپنا قلمی نام یا تصنیفی اسم ظاہر کریں گے، جس کی وجہ سے ان کی شہرت ہو چکی ہو گی اور دوسرا نام شاذ و نادر لوگوں کو معلوم ہو گا، اسی وجہ سے ان کو تلاش کرنے والے علمائے کرام یہ جان کو انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا نام ولدیت وغیرہ تو مطلوبہ مہدی کا نہیں ہے۔

امام مہدی علیہ الرضوان کے بیعت کی خصوصیات:

ا۔احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس بیعت کی بڑی خصوصیت یہ ہو گی کہ یہ بیعت بغیر کسی جبر واکراہ، زور وزبردستی واقع نہیں ہو گی، بلکہ اپنی جان ومال کا اختیار امام مہدی علیہ الرضوان کے سپرد کر کے بیعت کریں گے۔

۲۔امام مہدی کی بیعت امتِ مسلمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت کی صورت میں ظاہر ہو گا، جس میں نبوی دورِ خلافت کی یاد تازہ ہو گی، لہذا امام مہدی کے ظہور سے پہلے بھی وہی طریقۂ محنت ہو گا، جس طرح دورِ نبوی میں تھا یعنی ایمان و یقین اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کر کے شرعی دائرہ میں رہ کر کوشش کرنا اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔

۳۔امام مہدی کی بیعت نہایت سکون اور آرام سے مکمل ہو گی، حتیٰ کہ نیند میں محوِ خواب شخص کا نیند بھی خراب نہیں ہو گا۔

حدیث حضرت ابن مسعودؓ مستنبط امور:

ا۔اس روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اس امت میں اہل علم کے بعض افراد کو اس عظیم کام کے لیے منتخب کریں گے، جب کہ باہمی اختلاف اور خونریزی کے عالم میں ان حضرات کی حرکت میں اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کی وجہ سے برکت عطا فرمائیں گے اور اسی محنت کے نتیجے میں امام مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہو گا۔

۲۔اسباب کی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کی تکمیل کے لیے سختی اور پریشانی کے ان حالات میں قرآن وسنت کے ماہرین اپنی تحقیقی ذوق اور وہبی علم کی مدد سے ظہورِ مہدی سے پہلے وقوع پذیر حالات متعلقہ علامات اور دیگر اہم امور سے لوگوں کو باخبر رکھیں گے۔

۳۔امام مہدی کی تعیین کے لیے علمائے کرام کا اجتماع اختیاری طور پر نہیں ہو گا، بلکہ دقتِ نظر اور صبر وبصیرت سے قرآن وسنت کی روشنی میں علامات کو پہچان کر انہیں تلاش کرنے سے پہلے مناسب وقت اور سیاسی موقعے کا انتظار کریں گے۔اس دوران امت کی ذہن سازی، اہلِ علم کا اعتماد اور جانبازوں کی تیاری کے بعد حج کے موسم میں وہاں تشریف لے جائیں گے۔

۴۔علاماتِ قیامت اور مہدویات کے فقہ میں ماہرین علمائے کرام امام مہدی کی بیعت کے لیے مکہ مکرمہ میں جانے سے پہلے آپ کو پہچانیں گے، مگر یہ معرفت ظنی ہو گی،

کسی قطعی دلیل کی بنیاد پر نہیں ہو گی، یہی وجہ ہے کہ جب مہدی کسی دوسرے شخص کے بارے میں رہنمائی کریں گے، تو لوگ انہیں چھوڑ کر دوسری شخصیت کو تلاش کرنا شروع کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر مہدی کے بارے میں ان علمائے کرام کو قطعی طور پر علم ہوتا، تو انہیں نہ چھوڑتے، بلکہ ان سے بیعت کرنے پر اصرار کرتے۔

۵۔ مہدئ موعود کے ساتھ بیعت سے پہلے پوچھ گچھ کے دوران ان کا نام، باپ کا نام، والدہ محترمہ کا نام، دیگر اخلاق واوصاف اور صورت وسیرت سے متعلق اجمالی علم پہلے سے ان حضرات کو حاصل ہو گا، مگر ان سے ملاقات میں صرف یقین حاصل کرنے کے لیے یہ سوال وجواب کریں گے، جب کہ مہدی کے ظہور کے زمانے میں وقوعِ پذیر علامات کو اپنی خداداد بصیرت سے پہچانیں گے۔

٦۔اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مہدی کی تلاش میں نکلنے والے علمائے کرام مہدویت اور اس سے متعلقہ علوم میں ماہرین ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ مہدی کی زندگی کے مخفی گوشوں کو حدیث کی روشنی میں جانیں گے۔

فصل چہارم: امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کا بیعت اوراس کا شرعی جائزہ

امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں بیعت لیا جائے گا، جو بیعت مہدی کے لیے ایک تمہیدی حیثیت رکھتا ہے۔امام مہدی کے ظہور سے پہلے احادیثِ مبارکہ میں بیان شدہ علامات کی موجودگی اور زمانے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اگر علمائے کرام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث مبارک کی روشنی میں امام مہدی کے

انصار و مدد گار لشکر میں شامل ہونے والوں کے لیے بطورِ تیاری بیعت لینا آئندہ آنے والے عظیم الشان معرکۂ خیر وشر کے لیے تمہید ہوتا ہے۔ لہذا امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں ان کی نصرت کے لیے بیعت کرنا وقت کی ضرورت اور حالات کے بدلتے تناظر میں جان نثاری کا اعلیٰ مقتضیٰ معلوم ہوتا ہے۔

آنے والے حالات میں جان نثاروں کی دینی اور عسکری تربیت کے ساتھ ساتھ امیر کی اطاعت کا دم بھرنے کا قانون اور اس کے لیے عہد وپیمان کرنے کا رواج قرآن مجید میں انبیائے کرام کے دور سے عام ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

آیت نمبر:۱۔ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ[سورۃ آل عمران:۸۱] ترجمہ: اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اسکی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا (خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد وپیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

تشریح: اس آیت مبارکہ کے علاوہ دیگر آیاتِ قرآنیہ میں انبیائے کرام کا دوسرے آنے والے رسولوں کی بیعت اور پہلے سے ان کی تائید اور نصرت کے لیے میثاق کا تذکرہ ملتا ہے، جب کہ اہل کتاب سے ان کے انبیائے کرام اور علمائے کرام کے ہاتھوں

لیے گئے میثاق اور عہد و پیمان کی کی خلاف ورزی کی واضح الفاظ میں مذمت کی گئی ہے اور ایسے لوگوں پر شدید غضب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اور اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے آنے والوں انبیائے کرام اور ان کے ہاتھوں لائی ہوئی کتاب و حکمت کی تصدیق، تائید اور اس پر ایمان لانے والوں کا ذکر فرمایا۔ ساتھ ہی ہر پیغمبر نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط وعدہ اور اور پختہ عزم کا عہد و پیمان کیا، مگر پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اقرار اور اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کا میثاق لیا، کہ کیا وقت آنے پر اسے نبھاؤ گے، تو ہر پیغمبر نے تیسری بار یہ وعدہ کیا کہ ہاں میں اسے پوری طرح نبھاؤں گا۔ پھر چوتھی بار اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور حق کی تائید کے لیے اس عہد و پیمان پر ان انبیائے کرام اور اپنی ذات الٰہی کو گواہ بنالیا۔

اس بار بار عزمِ نو اور وقت سے پہلے آنے والے پیغمبر کی منہج کی تائید کے لیے گذشتہ انبیائے کرام سے وعدہ لینا اور ایک دوسرے کی بیعت کرنا انبیائے کرام کا طریقہ ہے۔

لہذا امام مہدی کے ظہور سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی رو سے اسلامی تاریخ میں پوری دنیا پر پہلی بار عدل و انصاف کا مکمل طور پر بول بالا ہونے اور کفر کے خاتمے کے لیے وقت سے پہلے توحید، رسالتِ محمد ﷺ اور جہاد اور اطاعت کی بیعت کرنا زیادہ اہمیت کا حامل معلوم ہوتا ہے۔

آیت نمبر: ۲۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ[سورۃ الانفال: ۱۷۲]

ترجمہ: اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے انکی اولاد نکالی توان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے) یہ اقرار اس لیے کرایا تھا کہ قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔

تشریح: اس آیتِ مبارکہ میں پوری انسانیت سے اس وقت عقیدۂ توحید کی تسلیم پر عہد لیا اور اس کے لیے سب انسانوں کو اپنے آباء واجداد اور سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر جمع کیا اور ان سے گواہی لی، کہ کیا میں تمہارب نہیں ہوں؟ تو سب انسانوں نے مل کر اقرار کیا کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔ اور یہ عہد وپیمان اور اقرار وغیرہ اس لیے کیا، تاکہ روزِ قیامت پھر کوئی یہ نہ کہے کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ بات سنن الہیہ میں سے ہے کہ کسی عظیم کام کے آنے سے پہلے یاد دہانی اور تاکید کے لیے اپنے جتھے کو جمع کرنا اور اس آنے والے کام کی عظمت کی خاطر پہلے سے ایک دوسرے سے عہد وپیمان لینا ایک ضروری امر ہے، کیونکہ انسان کی طبیعت میں غفلت اور نسیان پڑا ہوا ہے، لہذا بھول جانے کی صورت میں بہت خطرناک تباہی اور ایک بڑے نقصان کا قوی امکان تھا، اس لیے اللہ رب العزت نے سب انسانوں کو جمع کر کے عقیدۂ توحید کے لیے سب ان سے عہد لیا، پھر اسے استفہام اور سوالیہ انداز میں دوبارہ مؤکد کیا اور پھر تیسری مرتبہ اس بارے میں لوگوں کی اپنے اوپر گواہی سے مزید تاکید کر دی گئی اور اس کے بعد وقت آنے پر یہ عقیدہ نہ رکھنے اور اس کے نقصان کی صورت میں یہ عذر قبول نہ ہوگا کہ ہمیں پہلے سے

خبر نہ تھی۔

ایسے ہی عقیدہ ظہورِ مہدی کے لیے بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں علمائے کرام کے ہاتھوں امام مہدی کے ظہور سے پہلے ان کی نصرت اور تائید کے لیے جمع ہو کر بیعت کرنا نہ صرف ممدوح ہے، بلکہ اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ کے سنن کونیہ میں سے معلوم ہوتا ہے، تاکہ وقت آنے پر یہ عذر نہ ہو کہ ہمیں خبر نہ تھی اس لیے ہم بیعت سے محروم ہو گئے اور کاروانِ حق کا راستہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ان کے مخالفین کی راہ پر چل پڑے۔

بیعتِ رضوان اور امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں نصرتِ مہدی کے لیے بیعت میں مماثلت اور دونوں کی اہمیت:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (18) وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا

ترجمہ: (اے پیغمبر) (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) انکے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔ اور بہت سی غنیمتیں جو انہوں نے حاصل کیں۔

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر قریشِ مکہ کے پاس بھیجا گیا، تو یہاں یہ خبر مشہور ہوئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا، اس خبر کے بعد آئندہ آنے والی لڑائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے کفارِ قریش پر یلغار کے لیے قتال اور جہاد کی بیعت، موت تک لڑنے کی بیعت اور انجام سے صرفِ نظر

کرتے ہوئے زندگی کے آخری لمحے تک میدانِ کارزار میں لڑنے کے لیے بیعت لیا گیا، جس میں نبی کریم ﷺ نے باقاعدہ ہر صحابیؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت فرمایا اور بعض صحابہ کرامؓ سے دوبار بیعت لیا گیا۔

اللہ رب العزت بیعت سے نہایت خوش ہوئے اور جس درخت کے نیچے بیعت لیا گیا، اس درخت کو بہت عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، جب کہ اس محتمل اور بعد میں نہ واقع ہونے والی اس جہاد کے لیے بیعت کرنے والوں کے مغفرت کی بشارت دے دی گئی۔ دل وجان سے جہاد کے لیے بیعت کرنے والے اس گروہ سے اللہ تعالیٰ نے خوشی کا اعلان کیا، ان کے صدق اور اخلاص کی تعریف فرمائی۔ اور اس بیعت کے بدلے کافروں پر رعب اور مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان اور سکون کا ذریعہ بنایا، جب کہ یہی بیعت عنقریب فتح عنایت کرنے کا زینہ قرار دیا۔ایسے ہی یہی بیعت آئندہ فتوحات میں حاصل ہونے والی غنیمتوں کا پیش خیمہ ثابت ہونے کی بشارت دی گئی۔

امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں بیعتِ نصرت:

اگر دیکھا جائے تو اس بیعت کے نتیجے میں نہ تو لڑائی ہوئی اور نہ ہی اس سفر میں جنگ کا ارادہ تھا، بلکہ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر مسلمانوں کو ان کی خون کا بدلہ لینے کے لیے متفق کرنا اور انہیں سفرِ عمرہ میں جہاد کی عزیمت کا عزم کرنے کے واسطے بیعت کے لیے جمع کرنا، جس کا اثر مسلمانوں کی جمعِ خاطر اور جہاد کا عزم مزید مضبوط ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اطاعت اور جینے مرنے تک عہد وپیمان کرنے کے نتیجے میں صحابہ کرامؓ کے اخلاص ووفا کی شہادت دی، جب کہ بیعت کرنے والے صحابہ کرامؓ سے رضامندی اور ان سے خوش ہونے کا اعلان فرمادیا۔

امام مہدی کی بیعت سے پہلے علمائے کرام کی بیعت کو اگر اس تناظر سے دیکھا جائے، تو علمائے کرام کی یہ بیعت بھی امام مہدی کی بیعت اور اس کے بعد ہونے والے جنگوں کا پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے ایک عظیم بیعت ہو گی۔ لہذا بیعۃ الرضوان کی طرح یہ بیعت بھی ایک نہایت عالی شان مرتبے کی حامل ہو گی، جب کہ بیعتِ رضوان میں صرف ممکنہ لڑائی تھی اور اس میں متیقن لڑائی ہو گی۔ اس وجہ سے بیعتِ رضوان کی وجہ سے جو اطمینان، سکون اور فتوحات و غنیمتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا تھا ایسے ہی امام مہدی کی بیعت کے بعد بھی ہو گا۔

امام مہدی کی بیعت میں شرکت کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی اور روئے زمین میں سب سے بہترین لوگوں کی جماعت کا خطاب دیا گیا ہے، لہذا اس کی تیاری کے لیے علمائے کرام کے ہاتھوں بیعت کرنے والوں کی فضیلت خود بخود واضح ہوتی ہے۔

امام مہدی کی بیعت اور استقامت کے ساتھ ان کے ساتھ لڑنے والوں اور شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے والوں کی شان بدریین کی طرح ہو گی۔

ذیل میں چند احادیث ذکر کر کے امام مہدی علیہ الرضوان کی شان اور ان کی بیعت کا شرف حاصل ہونے والوں کی فضیلت ذکر کی جاتی ہے تاکہ ان نصوص کی روشنی میں بیعت کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت واضح ہو جائے۔

حدیث نمبر:ا۔عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يقتتل عند كنزكم ثلاثة، كلهم ابن خليفة، ثم لا يصير إلى واحد منهم، ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق، فيقتلونكم قتلا لم يقتله قوم» – ثم ذكر شيئا لا أحفظه فقال – فإذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج، فإنه

خليفة الله المهدي" [سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب خروج المہدی، رقم: ۴۰۸۴، ج۲ ص۱۳۶۷]

ترجمہ و تشریح: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خزانے کے پاس تین بادشاہ کے بیٹے آپس میں لڑیں گے، پھر یہ بادشاہت کسی ایک کو بھی نہیں ملے گی، پھر مشرق سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے اور وہ تمہارے ساتھ اتنی سخت جنگ لڑیں گے، جو اس سے پہلے کسی نے نہیں لڑے ہوگی، پھر کچھ فرمایا جو مجھے یاد نہیں رہا، جب تم اسے دیکھو، تو ان کی بیعت کرو، اگرچہ رینگتے ہوئے کیوں نہ جانا پڑے، کیونکہ اس میں مہدی ہوں گے۔

اس روایت میں مشرق سے سیاہ جھنڈوں کے آنے کے بعد سخت جنگ کا تذکرہ ہے، لیکن روای سے پیغمبر ﷺ کی دوسری بات یاد نہیں رہی۔ پھر فرمایا کہ جب مشرق سے سیاہ جھنڈے آتے ہوئے دیکھ لو، تو ان کی بیعت کرو، اگرچہ رینگتے ہوئے تکلیف کے ساتھ جانا پڑے، تب بھی ان کے ساتھ ہو جاؤ، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورے عالم اسلام کے لیے خلیفۃ الارض یعنی امام مہدی ہوں گے۔

اس حدیثِ مبارک میں ظہورِ مہدی کی نشانی بھی واضح فرمائی کہ ایک ہی خاندان میں بادشاہ کے تین بیٹوں میں حکومت اور خزانے سے متعلق سخت لڑائی شروع ہو جائے، جس کے بعد حکومت ان تینوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں ملے گی، اس کے بعد مشرق سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے تین بیٹوں میں لڑائی کے بعد سیاہ جھنڈے اندرونی خلفشار کو موقع جانتے ہوئے جزیرۃ العرب پر یلغار کریں گے، جس کے نتیجے میں

حکومت کسی ایک کو بھی نہیں ملے گی۔

مگر راوی سے بات کا بھول جانا اس بات کا قرینہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف سیاہ جھنڈے نکل آنا اور ان کی اتباع کرنا کامیابی نہیں، بلکہ سیاہ جھنڈوں میں گمراہی اور ہدایت دونوں قسم کے جھنڈے ہوں گے، گمراہی کے جھنڈوں کے ساتھ ہونا ہلاکت کا پیش خیمہ ہے، جب کہ راہ یاب سیاہ جھنڈوں کی صحبت کامیابی کا ضامن ہے۔

اس کے بعد ان جھنڈوں میں راہ یاب جھنڈوں کی پیروی کرنا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دیا گیا، اور اس حکم کے لیے وجوب کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

سیاہ جھنڈے اور بیعت کا واجب ہونا

اس حدیث میں سیاہ جھنڈے کی صحیح پہچان کے بعد ان کا ساتھ ہونا اور ان کی نصرت کرنا واجب کا درجہ اختیار کرے گی، لہذا سخت تکلیف کی صورت میں بھی اگر ان کے ساتھ صحبت میسر ہو جائے، تو ایک بڑی کامیابی ہے۔ حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں امر کا صیغہ یعنی "فبایعوہ" وجوب کے لیے ہے، استحباب یا ارشاد کے لیے نہیں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد **"ولو حبوا علی الثلج"** کا اضافہ اس جماعت کی عظمت اور ان کی اتباع کے لازم ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔

حدیث نمبر: ۲۔

عن مجاهد، عن تبيع، قال: «سيعوذ بمكة عائذ فيقتل، ثم يمكث الناس برهة من دهرهم، ثم يعوذ عائذ آخر، فإن أدركته فلا تغزونه، فإنه جيش الخسف» [کتاب الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۹۳۵، ج۱ص۳۲۷۔] **ترجمہ و تشریح:** حضرت مجاہدؒ، تبیع سے نقل کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک پناہ لینے والا پناہ لے گا، مگر اسے فوراً قتل

کیا جائے گا، پھر لوگ ایک زمانہ انتظار کریں گے، پھر ایک دوسرا پناہ لینے والا آئے گا۔ اے مخاطب! اگر تم اسے پاؤ، تو اس کے خلاف لڑائی میں حصہ نہ لو، کیونکہ مخالفین کا یہ لشکر زمین میں دھنس جانے والوں کا گروہ ہوگا۔

اس روایت میں ظہورِ مہدی کی علامت یہ بیان کی گئی کہ پہلے ایک پناہ لینے والے مکہ میں آئے گا، مگر فوراً قتل کر دیا جائے گا، اس کے کچھ عرصہ بعد ایک دوسرا شخص مکہ میں آئے گا، یہ دوسرا شخص حقیقی مہدی ہوگا۔ لہذا مہدی کی بیعت کرکے اس کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا، جب کہ اس کے مخالفین میں شامل ہونے کی صراحتاً نفی کی گئی۔

اس روایت سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ مہدی کی مخالفین کے ساتھ جاملنا دنیا میں رسوائی کا باعث ہوگا، کیونکہ ان کے مخالفین زمین میں دھنس جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ پہلی روایت میں "فبایعوہ" امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہے، استحباب یا ارشاد کے لیے نہیں، کیونکہ اس روایت میں ان کے مخالفین کے ساتھ ہونے کی بھی سخت نفی کی گئی۔

عن عبد الله بن عمرو، قال: يحج الناس معاً، ويعرفون معاً، على غير إمام، فبينما هم نزول بمنى إذا أخذهم كالكلب، فثارت القبائل بعضها على بعض، فاقتتلوا حتى تسيل العقبة دماً، فيفزعون إلى خيرهم....

ترجمہ و تشریح: لوگ بغیر امام کے اکھٹے حج اور عرفہ کریں گے، حج کے دوران اچانک منٰی میں قبائل کے درمیان لڑائی چھڑ جائے گی، اس خونریز جنگ میں اموات کی کثرت کی وجہ سے خون منٰی کے ٹھیلوں تک پہنچ جائے گا، ان حالات کی وجہ سے لوگ اپنے درمیان سب سے بہتر یعنی امام مہدی کی طرف رجوع کریں گے۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام مہدی اس زمانے میں کائنات کے سب سے افضل شخصیت ہوں گے۔

حدیث نمبر:۲۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: (...، يُقَالُ لَهُ الْمَهْدِيُّ فِي الْأَرْضِ، وَهُوَ الْمَهْدِيُّ فِي السَّمَاءِ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ فَلْيَتَّبِعْهُ). الفتن لنعیم،۹۹۳۔

ترجمہ و تشریح: عبداللہ بن عمروؓ کی ایک تفصیلی روایت میں امام مہدی کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے، جس میں آپ کو زمین اور آسمان میں مہدی کا لقب پانے والا فرمایا ہے، اس روایت میں فرمایا کہ جو کوئی انہیں پالیں، تو ان کی اتباع کریں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام مہدی کی شخصیت زمین و آسمان میں مہدی کا خطاب پانے والے ہوں گے، اس وجہ سے ان کا زمانہ پانے والوں پر لازم ہے کہ ان کی اتباع کریں۔

عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر أنه قال: ...، إذا قام مهدينا أهل البيت قسم بالسوية، وعدل في الرعية، فمن أطاعه فقد أطاع الله، ومن عصاه فقد عصى الله) [عقدالدرر، ص۱۰۷]

ترجمہ و تشریح: ابو جعفر محمد بن علی الباقر سے روایت ہے کہ جب اہل بیت کے مہدی خلافت کا قیام کریں گے، تو لوگوں میں مال کو برابر تقسیم کریں گے اور رعایا میں عدل وانصاف کا معاملہ برتیں گے، لہذا جس نے اس کی اطاعت کی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام مہدی کی اطاعت لازم اور ان کی مخالفت شرعاً حرام ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کہا گیا اور ان کی مخالفت کو اللہ تعالیٰ

کی مخالفت کہا گیا۔

جب کہ مہدویت کا منکر احادیث سے ثابت شدہ متواتر حکم کا منکر کہلاتا ہے اور متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے، لہذا مہدویت کا منکر کافر معلوم ہوتا ہے۔ [الحاوی للفتاوی ۹۹/۲]

مذکورہ بالا امور سے ثابت ہوا کہ امام مہدی کے ظہور کے بعد اس کی تائید اہل علم کے فتاویٰ سے ثابت ہو جائے، تو ان کی اتباع واجب ہو جاتی ہے۔

جب کہ اہل السنۃ والجماعۃ اور شیعہ حضرات کے نزدیک یہ عقیدہ "متفقہ عقیدہ" کہلاتا ہے، اگرچہ تفصیلات میں اختلاف ضرور ہے۔

فصل پنجم: امام مہدی کے پاس ۳۱۳ انصار اور سات علماء کرام کا پہنچ جانا

ظہورِ مہدی سے متصل پہلے مکہ مکرمہ میں جاری صورتِ حال اور اس دوران امام مہدی کی بیعت اور ان کے ساتھیوں سے متعلق چند باتوں کا جاننا ضروری ہے:

۱۔ابو جعفرؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا، جب کہ آپ ﷺ کے پاس صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میرے بھائیوں کو میرے ساتھ ملا دیں۔ تو ساتھ بیٹھے ہوئے صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: نہیں، تم لوگ تو میرے اصحاب ہو، جب کہ میرے بھائی آخری زمانے میں آنے والے لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے مجھے تو دیکھا نہیں، لیکن مجھ پر ایمان لے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام بتلائے ہیں۔ جب کہ ابھی تک اپنے آباء واجداد کے پشتوں اور اپنی ماؤں کے ارحام سے

پیدا نہیں ہوئیں۔ تاریک رات میں تیز دھار والے کانٹے کے چھبنے کے باوجود سفر کرنے اور گرم انگارے کو مٹھی میں لینے کی طرح مصائب پر صبر کریں گے۔ یہ لوگ سخت تاریکی میں ہدایت کے چراغ ہوں گے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ہر سخت فتنوں سے نکالیں گے۔ دوسرے کئی احادیث میں ان لوگوں کے خصائص اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔[
الجامعة لدرر أخبار الائمة الأطهار، لمحمد باقر المجلسی، ج ۵۲ ص ۱۲۳، طبعة موسسة الوفاء بیروت، ۱۴۱۴ھ۔
بصائر الدرجات، محمد بن الحسن الصفار، ص ۱۰۴]

دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہورِ مہدی کے وقت تین مختلف گروہ ہوں گے:
ایک گروہ امام مہدی کے انتظار میں پہلے سے مکہ مکرمہ میں ہوں گے، ان میں اکثر لوگ مکہ کے رہائشی ہوں گے۔ دوسرا گروہ امام مہدی کے ساتھ ہی یا پھر دوسرے لوگوں سے پہلے مکہ پہنچ جائیں گے۔ تیسرا گروہ امام مہدی کی طرف بادلوں اور ہوا میں پہنچ جائیں گا۔

بیعت مہدی سے پہلے اور بعد میں روپوشی:

امام باقرؑ سے روایت ہے کہ امام مہدی ظہور سے پہلے ان پہاڑوں میں روپوش ہوں گے اور "ذی طویٰ" کے پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ یہاں تک کہ ظہور سے ۲ دن پہلے اس کے پاس دینی بھائی پہنچ کر اس سے پوچھے گا کہ تمہاری یہاں کتنی تعداد ہے؟ تو وہ جواب دیں گے: ہم چالیس کے قریب لوگ ہیں۔ وہ پوچھیں گے: اگر تم اپنے مطلوبہ شخصیت یعنی امام مہدی کو پالو، تو تم کیا کروگے؟ وہ جواب دیں گے: خدا کی قسم! اگر آپ پہاڑوں کی طرف جانے کا حکم دیں گے، تو ہم وہاں بھی جانے کو تیار ہیں۔ پھر وہ ان کے پاس آکر کہیں گے: آپس میں سے دس آدمیوں کو منتخب کرلو، چنانچہ وہ منتخب کرلیں گے۔ یہاں

تک کہ مہدی کے پاس آجائیں گے اور وہ آئندہ رات کے بارے میں نکلنے کا وعدہ کریں گے۔

"ذی طوی" سے مراد مکہ کے اندرونی بعض پرانے علاقے ہیں، جن میں "محلۂ جرول"، محلۂ عتیبیہ "اور دوسرے ارد گرد کے محلے ہیں۔ یہ ساتھی امام مہدی کے ساتھ مکہ میں ان کے گھر میں موجود ہوں گے اور رکن اور مقام کے درمیان بیعت کے لیے انہیں نکالیں گے۔ امام باقر نے فرمایا: کہ قائم یعنی امام مہدی ذی طویٰ سے بدر کی تعداد ۳۱۳ کے مطابق نکلیں گے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی پشت حجرِ اسود کی طرف کیا ہوا ہو گا۔ امام باقرؒ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ غیبت سے مراد ظہور سے پہلے ذی طویٰ میں روپوشی مراد ہے۔

جس طرح رافضی اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ مہدی امام حسن عسکری ہیں جو سامراء کے ایک غار میں روپوش ہیں، حقیقتاً ایسا نہیں۔ روافض کہتے ہیں کہ حسن عسکری عراق میں سامراء پہاڑ کے ایک غار میں سنہ ۲۵۵ھ کو داخل ہوئے تھے۔ جو ابھی تک واپس نہیں نکلے، مگر یہ رائے خلط ملط اور غیر معقول دلائل پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا اثر میں بیان کیے گئے اشخاص امام مہدی کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے محققین میں سے تھے، مگر ان کی رائے میں یہ میں یہ نہیں تھا۔ امام ابو بکر حسن بن نقاش سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: کہ مہدی جرش کے ایک علاقے میں تیس آدمیوں کے ہمراہ نکلیں گے۔ مسلمانوں کو اس کے نکلنے کا علم ہو گا، تو ہر طرف سے مسلمان اس کی دیدار میں اس طرح آئیں گے، جس طرح اونٹنی اپنی بچے کی طرف شوق اور محبت سے آتی ہے۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ امام مہدی نو (۹) محلوں سے پنتالیس آدمیوں کے ہمراہ آئیں گے۔ایک محلے سے ایک آدمی، دوسرے محلے سے دو آدمی، تیسرے محلے سے تین آدمی، چوتھے محلے سے چار، پانچویں محلے سے پانچ آدمی نکلیں گے۔اس طرح اللہ تعالیٰ امام مہدی اور ان کے ساتھیوں کا مطلوبہ عدد کی حد تک پورا کریں گے۔

الغرض تمام روایات کا حاصل یہی ہے کہ امام مہدی کے ساتھی مختلف مراحل میں مکہ پہنچ جائیں گے،ان سے مراد مختلف جماعات نہیں، بلکہ ایک ہی گروہ ہے، کہ دوسرے ساتھیوں سے پہلے امام مہدی کی بیعت کے لیے یہاں پہنچ جائیں گے۔ جہاں تک ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بادلوں میں سفر کرکے امام مہدی کے پاس مکہ پہنچ جائیں گے اور جن کے نام پہلے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہے۔یہ شخصیات عام معمول کے مطابق سفر کرکے اپنی ذہنی ترتیب اور روایات کے اندازے سے چل کر مکہ پہنچ جائیں گے۔اور یہ اندازہ روایات وآثار کی رو سے مطالعہ کرکے یہ حضرات پہچان جائیں گے۔اور یا پھر خدائی انتخاب کے ذریعے سے معلوم ہوگا،اور یا پھر امام مہدی اور ان کے اصحاب کے ساتھ براہ راست رابطے کے نتیجے میں معلوم ہونے کے بعد مکہ مکرمہ کا سفر کرے گا۔اس طریقے کے ساتھ متعینہ مقام اور وقت تک پہنچ جائیں گے۔امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ امام مہدی کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوست محفوظ کر رکھے ہیں۔اگر تمام لوگ امام مہدی کا ساتھ دینا چھوڑ دیں، تو تب بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو لائیں گے۔

ان جیسے لوگوں کے بارے میں یہ آیتِ مبارکہ صادق آرہی ہے: (فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ترجمہ:۔اگر یہ (کفّار) ان باتوں سے

انکار کریں تو ہم نے ان پر (ایمان لانے کیلئے) ایسے لوگ مقرّر کر دیئے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنیوالے نہیں۔ سورۃ الانعام: ۸۹۔

انہی جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ترجمہ: تو خدا ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں۔)

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ بعض لوگوں کو رات کے وقت بسترے پر نہیں پایا جائے گا اور صبح کو وہ مکہ پہنچ چکے ہوں گے۔

جب کہ بعض لوگ دن دہاڑے بادلوں میں سفر کرتے ہوئے مکہ پہنچ جائیں گے۔ جن کا نام، باپ کا نام اور نسب، سیرت وصورت کا علم ابھی سے دیا گیا ہے۔ فرمایا کہ قوی ایمان والے کون ہوں گے؟ جواب دیا: جو دن کے وقت بادلوں میں سفر کریں گے۔ [بحار الانوار العلامہ المجلسی، ج ۵۲ ص ۳۷۹۔]

بادلوں سے آنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ بطورِ کرامت جائیں گے اور یا پھر بادلوں سے مراد عام مسافروں کی طرح عصرِ حاضر کے وسائل کی رو سے پاسپورٹ میں نام، ولدیت اور پتہ کے ذریعے مکہ جائیں گے۔ اس زمانے میں موجودہ وسائل سفر یعنی جہاز وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے بادلوں کی اصطلاح استعمال کی گئی، جب کہ رات کو بستروں پر غیر موجود افراد کے مقابلے میں یہ اس لیے افضل قرار دیئے گئے، کیونکہ ترتیب اور باقاعدہ نظم ونسق کے ساتھ مربوط ہونے کی وجہ سے ان کی افضلیت بیان کی

گئی جب کہ یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ اس زمانے میں مہدویت سے متعلق احادیث کی جانچ پڑتال اور وضعی تراتیب کے بارے میں یہی لوگ باقاعدہ مربوط طریقے کے مطابق عمل پیرا تھے۔ جبکہ ویزوں اور پاسپورٹ کی ترتیب، سفری کی مشکلات اور راستوں کے بدامنی کے باوجود گھر بار کو چھوڑ پرامن جگہ سے پریشانیوں کا انتخاب بھی ان کی افضیلت کی وجہ ہو سکتی ہے۔ جب کہ یہ تمام کاروائی کسی مضبوط ایمان، پختہ عزم اور امام مہدی کی اہمیت اور عظمت کی وجہ سے ممکن ہو سکتی ہے۔ حالات کی مشکلات اور پہلے سے مہدویت کا علم حاصل کیے بغیر راتوں رات مکہ پہنچ جانے والا محض اپنی تقویٰ اور للہیت کی وجہ سے یہ مرتبہ پائے گا۔ یہ حضرات مکہ میں مقیم ہوتے ہوئے دورانِ طواف حرم میں انہیں معلوم ہوگا، تو امام مہدی کے پاس پہنچ جائیں گے اور بلند مراتب حاصل کریں گے۔ محرم کے مہینے میں امام مہدی کی بیعت سے متعلق روایات شدید ضعیف بلکہ موضوع ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ یہ بیعت دوسرے مہینے میں بھی ہو سکتا ہے۔

رکن اور مقام کے درمیان امام مہدی کی بیعت:

مختلف روایات کی رو سے امام مہدی کی بیعت سے متعلق متعدد امور منقول ہیں، تاہم تمام روایات میں یہ بات موجود ہے کہ ۳۱۳ ساتھیوں کے ساتھ یہ بیعت منعقد ہو گی۔ بیعت اللہ میں سب ساتھی متفرق طور پر داخل ہوں گے اور عشاء کے بعد اہلِ مکہ کو خصوصی بیان جاری ہو کر باقاعدہ حرکت کا آغاز ہوگا۔ ایک ساتھی امام مہدی کو پہچان کر اس کی بات کو سننے اور دوسروں کو متوجہ کر کے اسے قبول کرنے کی بات کرے گا۔

اس کے بعد امام مہدی خطبہ دیں گے، جیسا کہ امام زین العابدینؒ فرماتے ہیں:
ایک آدمی کھڑے ہو کر آواز لگائے گا: اے لوگو! تمہارے مطلوبہ شخص آگیا ہے۔ تمہیں اس بات کی طرف بلا رہا ہے، جسے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بلا رہے تھے۔ اس کے بعد وہ خود کھڑا ہو کر کہے گا: اے لوگو! میں فلاں بن فلاں نبی اللہ ﷺ کا بیٹا ہوں۔ میں تمہیں اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں، جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو دعوت دیا تھا۔ یہ بات سن کر لوگ اس کی طرف کھڑے ہو کر قتل کرنے کی کوشش کریں گے، مگر ۳۱۳ آدمی کھڑے ہو کر انہیں منع کریں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام مہدی کی موافقت کرنے والے اس کی حفاظت کریں گے، جب کہ حجاز کے پولیس انہیں قتل کرنے کے درپے ہوں گے۔

اس روایت کی دقت سے مطالعہ کرنے میں اس زمانے میں لوگوں کی امام مہدی کے ساتھ محبت اور ان کی شغف اور ڈھونڈ لگانے کی جستجو کی غرض معلوم ہوتی ہے۔ مگر اسی دوران دہشت گردی اور قتل و قتال کے علاوہ حالات کی خرابی کی شدت کا بھی اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے۔ بعض روایات میں امام مہدی کے اس خطبے کے الفاظ عالم اسلام اور عالم انسانی کی طرف منقول ہے۔ جب عشاء کی نماز پڑھے گا تو بلند آواز سے پکارے گا۔ اے لوگو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈراتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کر دی، انبیائے کرام کو بھیجا اور ان پر کتابیں نازل فرمائی۔ اور تمہیں یہ حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ جن باتوں کے باقی رکھنے کا قرآن نے حکم دیا ہے، اسے باقی رکھو اور جن باتوں کے بارے میں قرآن

نے چھوڑنے کا حکم دیا ہے اسے ختم کردو۔ ہدایت کے کاموں میں مددگار بننے کا حکم دیا اور تقویٰ پر مضبوطی کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ دنیا کی فنا اور اس کا خاتمہ وزوال قریب آ پہنچا ہے۔ میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کے کتاب پر عمل کرنے کی طرف بلاتا ہوں۔ باطل کو مٹانے اور سنت کو زندہ کرنے کی طرف تمہیں بلاتا ہوں۔ بغیر سابقہ میعاد مقرر کرنے کے بدر کے ۳۱۳ لوگوں کے جتھے میں ظاہر ہوں گے۔ بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح متفرق دنیا میں پھیلے ہوں گے، دن میں شیر اور رات میں تارک الدنیا راہبوں کی طرح ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ حجاز کا فتح ہو کر جیلوں میں بنو ہاشم کو نکال دیں گے۔

کالے جھنڈے کوفہ میں آئیں گے اور مہدی کی طرف بیعت بھیجیں گے۔ مہدی دنیا بھر کی طرف اپنے لشکر بھیجیں گے۔ ظلم اور ظالم کا خاتمہ کر کے شہروں کے شہر انصاف سے سرشار کرے گا۔ حدیث میں متفرق بادلوں کا بارش سے پہلے اکٹھے ہو کر جمع ہونے سے مراد مہدی کے منتشر ساتھیوں کا جمع ہونا ہے۔ مختلف جماعتوں اور متعدد ممالک میں پھیلے ہوئے لوگوں کا جمع ہونا خزاں یا سردی کے بعد ہوگا، شاید اسی کی طرف قزع کہہ کر اشارہ فرمایا۔ اس دن مومنین پر خوشی کا سماں ہوگا۔

خاتمہ

ظہورِ مہدی سے پہلے علامات کی تطبیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عصرِ حاضر میں افغانستان اور عراق پر کفار کا حملہ کر کے وہاں کے نظاموں کو منہدم کرنا اور دنیا بھر میں مسلمانوں پر ظلم وستم کرنا ملحمۃ الکبریٰ کی نشانیاں ہیں اور مسلمانوں کے درمیان بے شمار اختلافات اور قیادت کا فقدان ایک مجدد کا تقاضہ کرتی ہے اور آخری مجدد امام

مہدی ہوں گے، جس کا لشکر صفات کے اعتبار سے صحابہ بدر اور اصحابِ طالوت کے مشابہہ ہو گا، ان کی تعداد ۳۱۳ ہو گی۔

ظہورِ مہدی سے پہلے علمائے کرام وقتی فتنوں کو احادیث مبارکہ کے تناظر میں تطبیق دیں گے اور لوگوں سے امام مہدی کے لیے بیعت لیں گے اور اس کے بعد حالات کا اندازہ کر کے علاماتِ شخصیہ، علاماتِ مکانیہ، علاماتِ کونیہ اور علامات زمنیہ کا تتبع کریں گے ایسے ہی شرعی اور فقہی اعتبار سے اس زمانے کے سیاسی اور معاشرتی حالات کا لحاظ رکھ امام مہدی کی بیعت کے لیے حرم شریف پہنچ جائیں گے۔

مختلف علمائے کرام میں سے بعض علماء ایک دوسرے کو پہچانیں گے مگر اکثر حضرات ایک دوسرے سے ناواقف ہوں گے۔

اسی طرح عالمِ اسلام میں ایک ایسی شخصیت کے بارے میں ان کو علم ہوا ہو گا کہ جس میں امام مہدی کے اوصاف پورے ہو چکے ہیں، لہذا امام مہدی کے بعض ساتھیوں سے رابطہ کر کے امام مہدی کو بیعت پر مجبور کریں گے، مگر بار بار وہ انکار کریں گے۔

تاہم بیعت کے بعد امام مہدی اور ان کے انصار طائف کے پہاڑوں میں پناہ لیں گے اور بیعت کی خبر پوری دنیا میں پھیل جائے گی، دنیا بھر سے مسلمانوں بیعت کرنے آئیں گے اور اس طرح امام مہدی کا لشکر بارہ سے پندرہ ہزار تک پہنچ جائے گا۔

عرب مسلمانوں کا ایک متفقہ فورس امام مہدی پر حملہ کی غرض سے مدینہ پہنچ جائے گا اور مکہ پر چڑھائی کے لیے جب روانہ ہو گا، تو زمین میں پوری فوج دھنس جائے گی۔

اس علامت کے بعد پوری اسلامی دنیا امام مہدی کا بیعت کریں گے اور امام مہدی جزیرۃ العرب، شام، عراق، یمن اور دیگر عرب ممالک کو فتح کر کے فارس یعنی ایران کا رخ

کریں گے، وہاں مقابلہ ہو گا مگر اکثر علاقے بغیر جنگ فتح ہو جائیں گے۔

اس کے بعد بیت المقدس میں مسلمانوں کا دار الخلافہ ہو گا اور یورپ سے عظیم لڑائی ہو گی، مگر اس میں فتح مسلمانوں کا ہو گا۔

بیعتِ مہدی سے پہلے علمائے کرام کے ہاتھوں عوام کا امام مہدی کی نصرت کے لیے بیعت کرنا عصر حاضر کا تقاضہ اور مسلمانوں کی اہم ذمہ داری ہے۔

مخالفین کا لشکر زمین دھنس جانے کے بعد بیعت شرعاً واجب اور اس کی اتباع ضروری ہو گی۔ واللہ اعلم بالصواب